قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 11/ اگست 2022ء | 13/ محرم 1444 ہجری قمری | 11/ ظہور 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 167

ارشاد باری تعالیٰ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ۚ وَمَنۡ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۴﴾

(انفال: 14)

ترجمہ: یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی سخت مخالفت کی اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو یقیناً اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

جہاں ہمارا کام یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ہر حکم کی اور ہر کام کی پیروی کریں وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ جن سے آپؐ نے محبت کی ان سے ہم بھی محبت کریں۔ اور بے شمار روایات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جہاں اپنی جسمانی اور روحانی آل سے محبت کی یعنی جسمانی آل سے جن کا روحانی تعلق بھی تھا اور ہے ان سے محبت کی وہاں صرف جو روحانی اولاد تھی، آپ کے ماننے والے تھے، صحابہ تھے، ان سے بھی محبت کی۔ اس کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ اُمّت کے جو لوگ دُرود بھیجیں گے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے گا اور اس پر آپ بے انتہا خوش ہیں۔ وہی نہیں جو اس وقت کے صحابہ تھے بلکہ تا قیامت آنے والے تمام وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کیونکہ ان سے رحمت کا سلوک فرمانا ہے تو اس بات سے آنحضرت کو بے انتہاء خوشی پہنچ رہی ہے اور خوشی تبھی پہنچتی ہے جب حقیقی محبت ہو۔ اگر اس اصل کو مسلمان سمجھ جائیں تو کبھی کسی قسم کا فساد نہ ہو۔ کبھی ایک دوسرے کی مسجدوں پہ خود کش حملے نہ ہوں۔ کبھی علماء پر ایک جگہ سے دوسری جگہ خاص طور پر محرم کے مہینہ میں جانے پر پابندیاں عائد نہ ہوں۔ بہرحال ہمارا کام یہ ہے کہ ان کی بھلائی کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ مسلمان بھی سوچیں کہ کیا وجہ ہے کہ ایک زمانہ تھا کہ جب آپس میں رحم اور ملاطفت کے نظارے نظر آتے تھے اور آج مختلف گروپوں سے، مختلف گروہوں سے، مختلف طبقوں سے نفرتوں کے لاوے ابلتے ہیں۔ کس کی نظر کھا گئی اس اُمّت کو؟ کہاں نافرمانی ہوگئی جس کی یہ سزا مل رہی ہے۔ سوچیں اور سوچیں تا کہ اسلام کا اصل حسن دنیا کو دکھا سکیں۔ اپنی کمزوریوں پر نظر کریں۔

پس پھر مَیں کہوں گا کہ آج کل ہم احمدیوں کو چاہئے کہ اس مہینے میں درود شریف بھی بہت پڑھیں۔ امت مسلمہ کو آپس کے لڑائی جھگڑوں، فتنوں اور فسادوں سے محفوظ رہنے کے لئے دعائیں بھی بہت کریں اور آنحضرت ﷺ کی آل اور اصحاب اور تمام ان لوگوں سے جن سے ہمارے محبوب آقا نے محبت کی، ایسی محبت کا اظہار کریں جو بے مثال ہو۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2/ جنوری 2009ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- ترانۂ نونہالان (منظوم)
- بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
- حضرت شیخ برکت علیؓ۔ راہوں ضلع جالندھر
- محرم، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ کی فضیلت، اہل بیت پر درود وغیرہ سے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشادات
- قریشِ مکّہ کی قدیم قربانی اور جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں
- آؤ! اُردو سیکھیں
- گھر بستے بستے، بستے ہیں
- ہومیو پیتھی

فرمانِ رسولؐ

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسن اور حسین میرے بیٹے ہیں، جس نے ان سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس سے اللہ محبت کرے گا اور جس سے اللہ نے محبت کی تو وہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اور جو مجھ سے بغض رکھے گا اللہ بھی اس سے ناراض ہوگا۔ اور جس سے اللہ ناراض ہوگیا تو وہ اس کو جہنم میں داخل فرمائے گا۔

(المستدرك، كِتَابُ مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ، وَمِنْ مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ابْنَيْ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حدیث 4776)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

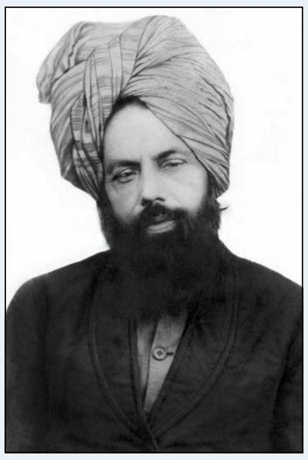

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں:

- ’’میں حضرت علی اور آپ کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہوں اور جو ان سے عداوت رکھے اس سے میں عداوت رکھتا ہوں‘‘

(اردو ترجمہ سر الخلافہ صفحہ 112)

- ’’میں نے اس قصیدہ میں جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت لکھا ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بیان کیا ہے یہ انسانی کارروائی نہیں۔ خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان دراز کرتا ہے۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسین جیسے یا حضرت عیسیٰ جیسے راستباز پر بدزبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا اور وعید مَنْ عَادَ وَلِيًّا لِیْ دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے۔ پس مبارک وہ جو آسمان کے مصالح کو سمجھتا ہے اور خدا کی حکمت عملیوں پر غور کرتا ہے۔‘‘

(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 149)

- ’’صحابہ کرامؓ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی راہ میں وہ صدق دکھلایا کہ انہیں رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ (المائدہ: 120) کی آواز آ گئی۔ یہ اعلیٰ درجہ کا مقام ہے جو صحابہ کو حاصل ہوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 465)

- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’آپ اسلام کے آدم ثانی اور خیر الانام کے مظہر اوّل تھے اور گو آپ نبی تو نہ تھے مگر آپ میں نبیوں اور رسولوں کی قوتیں موجود تھیں‘‘

(سر الخلافۃ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 336)

- حضرت عمرؓ کے بارے میں آپؑ فرماتے ہیں کہ: ’’ان کے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سائے سے بھاگتا ہے‘‘

(نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 143)

دربارِ خلافت

ترکمانستان اور پانامہ سے شامل نومبائع کی روحانی کیفیت اور گوئٹے مالا کی عیسائی شخصیت کا اقرار

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

ترکمانستان سے ایک دوست شامل ہوئے، کہتے ہیں کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونا ہماری خوش نصیبی تھی اور اللہ کا فضل تھا۔ ہم اس جلسے سے اس حد تک مستفیض ہوئے ہیں کہ ان جذبات کو الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے لیکن مختصر الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس جلسے نے اسلام کے بارے میں ہمارے علم کو تازہ کر دیا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں بڑھایا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنے بہن بھائیوں سے محبت کرنے کی تعلیم کے مطابق ہمیں اس میں زیادہ کیا ہے۔ نیز احمدی مسلم کے طور پر ہماری ایمانی بنیادوں کو پہلے سے مضبوط کیا ہے اور اس طرح ہمارے برداشت کے مادے کو بڑھایا ہے۔

تو یہ جو نئے احمدی ہونے والے ہیں وہ اس طرح ایمان و اخلاص میں ترقی کر رہے ہیں۔ چلّی سے ایک نوجوان دوست کائیفل توریس صاحب (Jussuf Caifl Torres) جلسہ میں شامل ہوئے۔ یہ پہلی بار آئے تھے۔ کہنے لگے کہ جلسہ سالانہ یوکے (UK) میں شمولیت میرے لئے روحانی مسرت اور خوشی کا باعث تھی۔ اگرچہ میرے والد مصری مسلمان تھے مگر والدہ چلّی سے تھیں۔ میرے والد صاحب نے بچپن میں جو اسلام سکھایا تھا وہ میں بھول چکا تھا اور مَیں بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ (یہ خاندان کئی نسلوں سے چلّی میں آباد ہے۔) کہتے ہیں کہ احمدی مبلغ وہاں چلّی میں پمفلٹ تقسیم کر رہا تھا۔ اس دوران میری اس مبلغ سے ملاقات ہوئی۔ مبلغ نے مجھے احمدیت حقیقی اسلام سے تعارف کروایا اور میں نے بیعت کر لی۔ اب جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت میرے لئے بہت زیادہ ازدیادِ ایمان کا باعث بنی ہے۔ میں اب اپنے آپ کو حقیقی مسلمان یقین کرتا ہوں اور اس جذبے کے ساتھ واپس جا رہا ہوں کہ اپنے ملک میں احمدیت کی تبلیغ کروں گا۔

پانامہ سے ایک نومبائع دانتے ارنستو گارسیا صاحب (Dante Ernesto Garcia) آئے تھے اور پانامہ سے جلسہ میں اس دفعہ پہلی دفعہ نمائندگی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ جلسہ میں بہت کچھ سیکھا۔ اس جلسہ میں شمولیت کر کے میرے ایمان میں اضافہ ہوا۔ جو بھائی چارہ میں نے یہاں دیکھا ہے وہ اسلام میں کہیں نہیں دیکھا۔ میں یہاں آ کر بہت مطمئن ہوا ہوں اور دل کو تسلی ہوئی ہے۔ مَیں اس بات پر فخر کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے احمدیت قبول کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ جلسہ کے دوران مجھے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے افراد سے ملاقات کا موقع ملا جن کا تعلق مختلف اقوام سے تھا۔ ان سے ایمان افروز واقعات سن کر میرے ایمان میں اضافہ ہوا اور مَیں اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے ملک پانامہ میں دعوتِ الی اللہ کر کے لوگوں کو احمدی بنانے کی کوشش کروں گا۔ کہتے ہیں جلسہ میں بہت بڑی تعداد شامل تھی۔ لوگ تو بے شمار تھے لیکن لگتا تھا کہ سب کا ایک ہی دل دھڑک رہا ہے۔ جسم تو تیس ہزار ہیں لیکن دل ایک تھا۔

گوئٹے مالا سے وہاں کے ممبر نیشنل پارلیمنٹ سَرخی اَوسے لیس صاحب (Sergio Celis) شامل ہوئے۔ یہ عیسائی ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں جماعت احمدیہ کی بلند اخلاقی قدروں، اُن کی باہمی محبت و اخوت اور یگانگت نیز اُن کے مضبوط جذبہ ایمان سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ ایسا محبت و پیار مَیں نے کہیں نہیں دیکھا۔ جماعتی تنظیم قابلِ ستائش ہے۔ بہت شاندار اور مثالی جلسہ تھا۔ ہر انتظام سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ اسلام کی خوبصورت تصویر جو جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے وہ دوسروں سے بالکل مختلف ہے۔ اگرچہ مختلف ممالک اور متفرق اقوام کے افراد تھے مگر ایسے محسوس ہوا جیسے سب کا دل ایک ہے۔ مَیں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے جلسہ میں شامل ہونے کا موقع ملا۔

(خطبہ جمعہ 6/ ستمبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

ترانۂ نونہالان

غنچے، کلیاں ہی سہی، پر رونقِ گلزار ہم
کِھل اٹھے جونہی، بنا دیں گے فضا گلنار ہم

دل میں ہر اِک کے لیے بس اُلفت و اخلاص ہے
نفرتوں سے دور ہیں اور پیار سے سرشار ہم

آج ہے وردِ زباں ہر آن کلمہ طیّبہ
کل کریں گے صدقِ دل سے بس یہی پرچار ہم

گو سپاہی ننھے سے ہیں لشکرِ اسلام کے
پر بنیں گے فوجِ احمدؑ کے سپہ سالار ہم

ذات میں چھوٹے محمدؐ بن کے ہم دکھلائیں گے
گرچہ ہیں اَطفال لیکن صاحبِ کردار ہم

ہاتھ گر کٹ بھی گئے، پرچم نہ گرنے پائے گا
مثلِ مُصعب ہیں، خلافت کے عَلَم بردار ہم

زندگی بھر اپنے وعدے کے رہیں گے پاسدار
سچ سے نسبت ہے ہمیں اور جھوٹ سے بیزار ہم

آؤ مل کر علم کی مَشعل سے پھر روشن کریں
بستی بستی قریہ قریہ کوچہ و بازار ہم

کام نیکی کے کریں گے اور رہیں گے عمر بھر
ہر برائی کے مقابل برسرِ پیکار ہم

م م محمود

(یہ ترانہ مؤرخہ 9/ اگست مجلس اطفال الاحمدیہ کے شمارہ میں لگنے سے رہ گیا تھا۔ اس کو 9/ اگست 2022ء کے شمارہ کا حصہ متصور کیا جائے)

اداریہ

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن میفزائے بر مصطفٰی

یہ شعر شیخ سعدی کا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

ترک دنیا، پرہیز گاری اور صدق و صفا کے لئے ضرور کوشش کرتا رہ لیکن مصطفٰے ؐ کے بتائے ہوئے طریقوں سے تجاوز نہ کر۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شیخ سعدی کے اس شعر کو اپنی گفتگو میں بہت دفعہ استعمال فرمایا ہے۔ جیسے ایک موقع پر احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد ؐ کی کما حقہٗ پیروی کرنے کی تلقین میں فرمایا کہ صدق و صفا اور پرہیز گاری کے طریقے ضرور اپنائے جائیں مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں سے آگے ہر گز نہ بڑھیں۔ چنانچہ آپ ؑ فرماتے ہیں۔

’’میں یہ بھی تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنے تراشے ہوئے وظائف اور اَوراد کے ذریعہ سے ان کمالات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار نہیں کیا وہ محض فضول ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر منعم علیہ کی راہ کا سچا تجربہ کار اور کون ہوسکتا ہے۔ جن پر نبّوت کے بھی سارے کمالات ختم ہو گئے۔ آپ نے جو راہ اختیار کیا ہے وہ بہت ہی صحیح اور اقرب ہے۔ اس راہ کو چھوڑ کر اور ایجاد کرنا، خواہ وہ بظاہر کتنا ہی خوش کرنے والا معلوم ہوتا ہو۔ میری رائے میں ہلاکت ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے خدا ملتا ہے اور آپ کی اتباع کو چھوڑ کر خواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا رہے، گوہر مقصود اس کے ہاتھ نہیں آسکتا، چنانچہ سعدی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ضرورت بتاتا ہے۔

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن میفزائے بر مصطفٰی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کو تو نہ چھوڑو۔ میں دیکھتا ہوں کہ قسم قسم کے وظیفے لوگوں نے ایجاد کر لئے ہیں۔ الٹے سیدھے لٹکتے ہیں اور جوگیوں کی طرح راہبانہ طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، لیکن یہ سب بے فائدہ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت نہیں کہ وہ الٹے سیدھے لٹکتے رہیں یا نفی اثبات کے ذکر کریں اور ارّہ کے ذکر کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسوۂ حسنہ فرمایا لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:22) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلو ایک ذرّہ بھی ادھر یا اُدھر ہونے کی کوشش نہ کرو۔

غرض منعم علیہم لوگوں میں جو کمالات ہیں اور صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ (الفاتحہ:7) میں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے ان کو حاصل کرنا ہر انسان کا اصل مقصد ہے اور ہماری جماعت کو خصوصیت سے اس طرف متوجہ ہونا چاہئے، **کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کے قائم کرنے سے یہی چاہا ہے کہ وہ ایسی جماعت تیار کرے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی تا کہ اس آخری زمانہ میں یہ جماعت قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور عظمت پر بطور گواہ ٹھہرے۔**‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 323-324 ایڈیشن 2016ء)

اہلِ دنیا اپنی زبان میں اس عمل کو ’’حدّ ادب‘‘ کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔ دنیا میں جب اکثر جگہوں پر بادشاہت قائم تھی تو گستاخی کرنے والے کو ’’حدّ ادب‘‘ کہہ کر اس کی توجہ گستاخی کی طرف دلا کر اسے احتیاط کرنے کو کہا جاتا تھا کہ بادشاہ کے مقام و مرتبہ کے کچھ آداب ہیں۔ ان سے آگے نہ گزرو۔ گو یہ الفاظ روحانی دنیا میں سننے کو کم ملتے ہیں تاہم پیری فقیری، مریدی اور اولیاء، اصفیاء و انبیاء میں ان کے بلند مقام و مرتبہ کو مدِنظر رکھ کر ان کی عزت و احترام کرنے کا حکم ملتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے نبی کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے سے منع فرمایا ہے۔

آج ایشیائی ممالک بالخصوص پاکستان میں سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور فدائیت کے ایسے انوکھے طریق نظر آتے ہیں جن کا اسلام، اس کی تعلیمات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات زندگی سے دُور دُور تک کوئی مناسبت نہیں۔ ان طریقوں کے لئے بعض نام نہاد مولویوں، فقیروں نے دنیا میں سب سے پیاری جگہیں مساجد کا سہارا لے لیا ہے۔ اللہ کی عبادت کی خاطر تعمیر ہونے والی بعض مساجد، درس گاہیں شرک کی آماجگاہ بن چکی ہیں۔ جہاں کسی نام نہاد بزرگ کو کرسی پر یا گدّی پر بٹھا کر یا مجمع میں کھڑا کر کے اس کے ارد گرد ناچا جاتا ہے۔ لڈیاں ڈالی جاتی ہیں۔ سجدے ہوتے ہیں اور غیر انسانی و غیر فطرتی حرکات کے ساتھ لوٹ پوٹ ہو کر یا سر کے بالوں کو بکھیر کر اس کے نزدیک جاکر اس نام نہاد بزرگ کو چوما جاتا ہے۔ بعض محفلوں میں تو عورتیں بھی پردہ کی رعایت نہ رکھتے ہوئے مردوں کے ساتھ گھل مل کر ایسی غیر اسلامی حرکات میں شامل ہوتی ہیں۔ اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت کا اظہار کرسکیں گے۔

ان جیسی محفلوں کے متعلق تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان میں نام نہاد بزرگوں کی بناوٹی تعظیم کی جاتی ہے۔ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وغیرہ کا عنصر شامل نہیں۔ لیکن میلاد النبی ؐ کے مواقع پر جو جلوس نکالے جاتے ہیں۔ بچے گھروں کے باہر زمین پر کچھ مناظر بناتے ہیں۔ بعض فرقوں میں لوگ چند لمحوں کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ سمجھتے ہوئے کہ اب رسول پاک ؐ کی آمد ہو رہی ہے۔ ان امور سے تو بظاہر حضرت محمد ؐ کی کوئی تعظیم نہیں۔ اصل تعظیم و تکریم تو یہ ہے کہ ہم اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اس فعل، عمل اور حرکت کو حرز جان بنائیں جو ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ یہی طریق ہمارے پیارے رسول ؐ کے صحابہ ؓ کا تھا وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری قدموں کی بھی پیروی کرتے تھے اور روحانی معنوں میں وہی افعال کرتے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھتے۔ مثلاً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو ٹھہر ٹھہر کر کرتے، بات کو دہراتے، تو بے شمار صحابہ ؓ نے اس طریق کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنا لیا تھا۔ آپ ؐ کی عبادت کے طریق کو صحابہ ؓ نے اپنایا۔ حضرت ابن عمر ؓ تو ایک سفر کے دوران عین اس درخت کے قریب پہنچ کر قافلے سے الگ ہو کر اس درخت کے نیچے قضائے حاجت کے طریق پر بیٹھ گئے جہاں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ؓ نے بیٹھے دیکھا تھا۔ حالانکہ آپ ؓ کو اس وقت قضائے حاجت کی ضرورت بھی محسوس نہ ہو رہی تھی۔

اور ہمیں بھی ایسے طُرق سے منع فرمایا جن کا اسلام کی تعلیم سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ایک عورت جس نے اپنی چٹیوں کو چھت کے ساتھ ایک رسی سے باندھ لیا کہ نیند کے وقت کھچاؤ سے آنکھ کھل جائے گی اور میں عبادت کر لوں گی تو آنحضور ؐ نے علم ہونے پر یہ کہتے ہوئے منع فرما دیا کہ اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور خود آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

پہلا حصہ عوام الناس، دوسرا حصہ اہل خانہ اور تیسرا حصہ خدائے عزو جل کے لئے۔

الغرض یہ تمام راستے اپنے آقا سے آگے بڑھنے کے لئے ہیں جو مناسب نہیں۔ آج توہین رسالت، توہین قرآن، توہین مذہب کی آڑ میں قتل و غارت روا رکھا جاتا ہے۔ گستاخیٔ رسول کے نام پر مرمٹنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس نبی ؐ کی بیان فرمودہ تعلیمات کے برعکس عمل کرتے ہوئے جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ کذب بیانی بھی کرتے ہیں، دھوکہ دہی بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ توہین رسالت اور گستاخیٔ رسول نہیں مگر کسی اور کو گستاخی رسول کا نشانہ بنا کر توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر کسی کو قتل بھی کر دیں گے جبکہ آنحضور ؐ نے خود فرمایا مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔

حضرت مسیح موعود ؑ اپنی جماعت کو اس حوالہ سے نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’یاد رکھو ہماری جماعت اس بات کے لئے نہیں ہے جیسے عام دنیا دار زندگی بسر کرتے ہیں۔ نِرا زبان سے کہہ دینا کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی جیسے بدقسمتی سے مسلمانوں کا حال ہے۔ کہ پوچھو تم مسلمان ہو؟ تو کہتے ہیں شکر الحمد للہ مگر نماز نہیں پڑھتے اور شعائر اللہ کی حرمت نہیں کرتے۔ پس میں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ یہ نکمی حالت ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا۔ اور دنیا کی اس حالت نے ہی تقاضا کیا کہ خدا تعالیٰ نے **مجھے اصلاح کے لئے کھڑا کیا ہے۔** پس اب اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا۔ بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے۔ وہ گویا اپنے عمل سے میری عدم ضرورت پر زور دیتا ہے۔ پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سود ہے، تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنے ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض و مقاصد کو پورا کرو۔ اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اسی طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور صحابہ نے کیا۔ قرآن شریف کے صحیح منشا کو معلوم کرو۔ اور اس پر عمل کرو۔ خدا تعالیٰ کے حضور اتنی ہی بات کافی نہیں ہوسکتی کہ زبان سے اقرار کرلیا اور عمل میں کوئی روشنی اور سرگرمی نہ پائی جاوے۔ **یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے وہ عمل کے بدوں زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ وہ عظیم الشّان جماعت ہے جس کی تیاری حضرت آدم کے وقت سے شروع ہوئی۔ کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جس نے اس دعوت کی خبر نہ دی ہو۔ پس اس کی قدر کرو اور اس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہل حق کا گروہ تم ہی ہو۔**‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 370-371 ایڈیشن 1984ء)

(ابو سعید)

غلام مصباح بلوچ۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا

حضرت شیخ برکت علیؓ۔ راہوں ضلع جالندھر

حضرت شیخ برکت علی رضی اللہ عنہ ولد مکرم شیخ کرم بخش صاحب راہوں ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ آپ اندازاً 1843ء میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک نیک سیرت اور صوم وصلوٰۃ کے پابند انسان تھے۔ آپ کی قبول احمدیت کا قطعی علم نہیں کہ کس سال میں کی، آپ کے بیٹے حضرت ملک نیاز محمد صاحبؓ کے مطابق آپ 1897-98ء سے احمدی تھے (رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3) اور آپ کے دوسرے بیٹے حضرت حکیم دین محمد صاحبؓ نے سنہ بیعت 1895ء لکھا ہے لیکن ساتھ ہی لکھا ہے کہ آپ نے حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان گوڑیانی رضی اللہ عنہ یکے از 313 (وفات: 9/ جون 1921ء) کی تحریک سے قادیان جاکر بیعت کی۔ (الفضل 4 جولائی 1933ء صفحہ 9) اگر یہ بات درست ہے تو پھر سنہ بیعت 1899ء ہونا چاہیے کہ اسی سال حضرت ڈاکٹر صاحبؓ افریقہ میں تین سال خدمات سرانجام دینے کے بعد ضلع ہوشیارپور میں متعین ہوئے تھے چنانچہ لکھا ہے: ''افریقہ کے اکثر احباب ڈاکٹر محمد اسماعیل خاں صاحب ساکن گوڑیانی .... کا پتہ پوچھتے ہیں۔ عام اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور کے ہسپتال میں متعین ہیں۔ اس سے پیشتر ڈاکٹر صاحب (موضع صاحبہ۔ ناقل) ضلع ہوشیارپور کی پلیگ ڈیوٹی پر نہایت قابلیت کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔'' (الحکم 17/ دسمبر 1899ء صفحہ 7) بہرکیف قبول احمدیت کے بعد اخلاص و وفا میں بہت ترقی کی۔ آپ کی اولاد کو بھی زمرہ اصحاب احمد میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے 30/ مئی 1933ء کو صبح سات بجے قریباً 90 سال کی عمر میں چک R.6/95 ضلع منٹگمری میں وفات پائی۔ بوجہ موصی (وصیت نمبر 1033) ہونے کے آپ بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔ آپ کی وفات پر آپ کے بیٹے حضرت حکیم دین محمد صاحبؓ نے آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھا:

''میرے والد ماجد برکت علی صاحب مرحوم راہوں ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ آپ نے غالباً 1895ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی جس سے قبل آپ اہل حدیث اور صوم وصلوٰۃ کے پوری طرح پابند تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ... جب میں گڑھ شنکر میں رہتا تھا تو حضرت صاحب کے اشتہارات آیا کرتے تھے۔ میں اور چودھری امیر بخش صاحب مرحوم ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے کہ نشانات تو پورے ہوگئے ہیں، یہ شخص سچا ہی ہوگا۔ پھر وہاں سلسلۂ ملازمت میں ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم آف گوڑیانی تشریف لائے اور ان کی تحریک پر ہم دونوں قادیان گئے، یکہ سے اترتے ہی سامنے دروازہ سے داخل ہوئے۔ وہاں مرزا نظام الدین صاحب حقہ پی رہے تھے۔ کسی نے کہا مرزا صاحب یہی ہیں۔ چودھری صاحب نے کہا چلو اِن کے پاس چلیں۔ میں نے کہا جو مسیح موعود ہونے کا مدعی ہو اُس کی حالت ایسی ہوسکتی ہے! چودھری صاحب کے پوچھنے پر مرزا صاحب نے کہا اچھا آپ مرزا غلام احمد سے ملنا چاہتے ہیں، وہ تو اس کمرہ میں (گول کمرہ کی طرف اشارہ کرکے) قید ہے، اس کو باہر نکلنے کا حکم نہیں، وہ شام کو باہر نکلتا ہے اور حافظ حامد علی صاحب مرحوم کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ وہ اس کا پہرہ دار بیٹھا ہے۔ پھر ہم دونوں نے حضرت صاحب کی بیعت کی۔

دینی تعلیم کے شوق کی وجہ سے والد صاحب نے ایک حافظ صاحب کو اپنے ہاں رکھ کر تمام بچوں کو قرآن شریف پڑھوایا۔ آپ اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے اور یتیمی کی حالت میں خالہ کے ہاں پرورش پائی تھی۔ آپ کے بچے بچیاں اور بہوئیں 71 نفوس پر مشتمل ہیں اور تمام خدا کے فضل سے احمدی ہیں۔ بڑھاپے کی عمر سے قبل آپ باقاعدہ تہجد پڑھتے اور قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے .... تدفین سے قبل ہم نے متفقہ طور پر خاندانی

حالات کی سرانجام دہی اور اتفاق کے برقرار رکھنے کے لیے اخویم جان محمد صاحب پنشنر سب انسپکٹر پولیس کو امیر خاندان منتخب کیا .....''

(الفضل 4 جولائی 1933ء صفحہ 9 کالم 1)

آپ کی اہلیہ حضرت عظیم بی بی صاحبہ بھی صحابیہ تھیں، مورخہ 23/ اگست 1932ء کو 80 سال کی عمر میں وفات پاکر بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئیں۔

اولاد

1. حضرت حکیم غلام محمد صاحبؓ آف قبولہ ضلع ساہیوال (وفات: یکم مئی 1940ء)
2. حضرت شیخ جان محمد صاحبؓ (وفات: اکتوبر 1942ء)
3. حضرت حکیم دین محمد صاحبؓ (وفات: 25/ مئی 1983ء مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ)
4. حضرت ملک نیاز محمد صاحبؓ (وفات: 12/ دسمبر 1967ء۔ مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ)
5. حضرت ملک عطا محمد صاحب (وفات: 14/ جون 1936ء بعمر 46 سال مدفون بہشتی مقبرہ قادیان)
6. حافظ فقیر اللہ صاحب
7. شیخ فیض محمد صاحب
8. ملک غلام احمد صاحب بصیر پور ضلع ساہیوال (وفات: 11/ دسمبر 1966ء مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ)

نوٹ: آپ کی تصویر اور اولاد کی تفصیل آپ کے پڑپوتے اور پڑنواسے مکرم ملک صفی اللہ صاحب آف ٹورانٹو نے مہیا کی ہے، فجزاہ اللہ احسن الجزاء

بقیہ: مساجد دعوت الٰی اللہ کا ایک ذریعہ ...... از صفحہ 14

کا امکان نہ رہے۔ درست دیکھا تھا پہلی نظر نے اور ٹھیک ہی پڑھا تھا پہلی بار! ساری رات بے چینی اور دعاؤں میں گزر گئی۔ اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں صدا و فریاد کرتا رہا۔ اے پیارے خدا ایک بہت اچھا موقع ملنا تھا تیرا پیغام پہنچانے کا لیکن موسم نے وہ خراب کردیا! صبح نماز فجر کی ادائیگی کے بعد وہ پیغام مکرم صدر صاحب جماعت کو Forward کیا گیا تاکہ ان کو اطلاع کے ساتھ دعا میں بھی شامل کیا جاسکے موصوف کی طرف سے جواب ملا ''ہم نے حضرت مسیح موعود کا پیغام ان تک پہنچانا ہے بارش ان شاء اللہ رک جائے گی'' بے قراری میں خاکسار کا ہاتھ متواتر موبائل کی طرف بھی جاتا رہا تاکہ موسم کا اُتار چڑھاؤ دیکھوں! میں نے جب بغور موسم کا مشاہدہ کیا تو بہتری نظر آئی۔ صبح کی بجائے شام کو موسم کی خرابی کی نوید تھی۔ بے ساختہ الحمد للہ نکلا زبان سے۔

اگلے دن وقت مقررہ پر 34 طالب علم اور 3 اساتذہ کا ایک ہجوم گروہ کی صورت میں مسجد کے بڑے گیٹ سے گزرتا ہوا صحن میں نمودار ہوا۔ ان کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ تعارف ہوا اور مسجد میں داخل ہونے کے لیے کہا گیا۔ لجنہ اماء اللہ کا ہال چونکہ پہلی منزل پر ہے اس لیے پہلے اس طرف مہمانوں کو آنے کی دعوت دی گئی۔ پھر دوسرے ہال میں لے جایا گیا اور یہ وہ ہال ہے جس میں مرد حضرات اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالاتے ہیں۔ جوتیاں اُتار کر طالب علم اور ان کے اساتذہ داخل ہوتے ہی بڑے احترام وسکون سے قالین پر بیٹھ گئے۔ ہم بھی ان کے آمنے سامنے بیٹھ کر مخاطب ہوئے ان الفاظ میں: ''دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید'' مدمقابل سے بھی اسی طرح کا اظہار ہوا۔ میری قطار میں میرے ساتھ مکرم صدر صاحب جماعت طاہر احمد ظفر، عزیزم محمد شاہد بٹ سیکرٹری صاحب تربیت اور قائد صاحب خدام الاحمدیہ عزیزم اُسامہ قمر موجود تھے۔ ہم نے اُن کی فرمائش و تمنا پر نماز پڑھنے کا طریق، اذان کی صدا بلند کرنے کا طور وطریقہ بتایا۔ اس کے بعد سب سے نچلے والے ہال میں جانے کی گزارش کی گئی۔ جہاں پر گرم و خوشبودار کافی اپنے مہمانوں کے انتظار میں بے تاب تھی۔ کیک و چاکلیٹ بھی پلیٹ میں موجود تھے۔ پانی اور ٹھنڈا کوکا کولا مسرور اور تازہ دم ہونے کے لیے میز پر سجا دیا گیا تھا۔ مہمانوں کو پینے اور کھانے والی اشیاء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دعوت دی گئی۔ سب نے اپنے اپنے من و تمنا کے مطابق اپنی اپنی پلیٹ میں لیا اور بیٹھ گئے۔ ہم نے جماعت جرمنی کے تعارف اور کارکردگی کی ایک جھلک وڈیو پروجیکٹ کی مدد سے دیکھائی۔ بہت سے سوالات مہمانوں کی طرف سے آئے اور ہم نے جوابات دیئے۔ اس طرح اڑھائی گھنٹے گزر گئے اور اجازت لی مہمانوں نے مہمان داروں سے۔ دوبارہ آنے کی دعوت دیتے ہوئے خوش وخرم موڈ میں مہمان نوازوں نے ان کو وداع کیا۔ رخصت ہوتے وقت مسجد کے چوکھٹ پر گروپ فوٹو ہوا۔ الحمد للہ اس طرح یہ محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔ اللہ تعالیٰ ان کے مال و نفوس میں برکت نازل فرمائے جنہوں نے اس پروگرام کو کامیاب کرنے میں مدد فرام کی۔ آمین

طاہر فاؤنڈیشن

محرم، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ کی فضیلت، اہل بیت پر درود وغیرہ سے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشادات

قسط 3

(تسلسل کے لئے دیکھیں الفضل آن لائن مورخہ 10/ اگست 2022ء)

حضرت مسیح موعودؑ پر حضرت امام حسینؓ کی توہین کا الزام

اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعودؑ پر مولوی حضرت امام حسینؓ کی توہین کا بھی الزام لگاتے ہیں اور یہ چونکہ محرم کے دن ہیں اس لئے بعید نہیں کہ ان دنوں میں یہ مسیح والی تحریک کے ساتھ اس کو بھی شامل کرلیا ہو اور ہمیں علم ہے کہ ایسا کرتے ہیں۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’ہم پر الزام لگائے جاتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور (حضرت) امام حسینؓ کی توہین کی جاتی ہے حالانکہ ہم ان کو راستباز اور متقی سمجھتے ہیں۔اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عیسٰیؑ کی بہت ہتک اور بے عزتی کی جاتی ہے اور ان کو گالی دی جاتی ہے حالانکہ ہم ان کو ایک اولوالعزم نبی اور خدا کا راستباز بندہ سمجھتے ہیں۔ہاں اگر عیسٰی کا مرجانا ثابت کرنا ان کے نزدیک گالی دینا ہے تو اس طرح سے تو ہم نے نکالی ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ دوسرے نبیوں کی طرح وفات پا گئے ہیں۔‘‘

(الحکم نمبر 36 جلد 11 مورخہ 10/ اکتوبر 1907ء صفحہ 9)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بعض سوالات کئے گئے جن کے جواب آپ نے دئے۔یہ سوال کرنے والے مشیر اعلیٰ کہلاتے تھے اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے بھائی تھے اور وہ ایک دفعہ قادیان آئے تو انہوں نے خود حضرت مسیح موعودؑ سے بعض سوالات کئے۔

پہلا سوال

’’آپ کی طرف سے نبی یا رسول ہونے کے کلمات شائع ہوئے ہیں اور یہ بھی کہ میں عیسٰیؑ سے افضل ہوں اور بھی تحقیر کے کلمات بعض اوقات ہوتے ہیں جن پر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔

حضرت اقدس:۔۔۔۔حضرت عیسٰی (علیہ السلام) اور حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے اصل مقام اور درجہ کا جتنا مجھ کو علم ہے دوسرے کو نہیں ہے کیونکہ جوہری ہی جوہر کی حقیقت کو سمجھتا ہے۔اس طرح پر دوسرے لوگ خواہ امام حسین (رضی اللہ عنہ) کو سجدہ کریں مگر وہ ان کے رتبہ اور مقام سے محض ناواقف ہیں اور عیسائی خواہ حضرت عیسٰی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو خدا کا بیٹا یا خدا جو چاہیں بناویں مگر وہ ان کے اصل اتباع اور حقیقی مقام سے بے خبر ہیں اور ہم ہرگز تحقیر نہیں کرتے۔‘‘

انہی صاحب نے جو مشیر اعلیٰ کہلاتے تھے پھر سوال کیا کہ:

’’عیسائی خواہ خدا بناویں لیکن مسلمان تو نبی سمجھتے ہیں اس صورت میں ایک نبی کی تحقیر ہوتی ہے۔

حضرت اقدس:ہم بھی حضرت عیسٰیؑ کو خدا کا سچا نبی یقین کرتے ہیں اور سچے نبی کی تحقیر کرنے والے کو کافر سمجھتے ہیں۔اسی طرح پر حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بھی جائز عزت کرتے ہیں لیکن جب عیسائیوں سے مباحثہ کیا جاوے وہ راضی نہیں ہوتے جب تک حضرت عیسٰی (علیہ السلام) کو اللہ یا ابن اللہ نہ کہا جاوے اس لئے جو کچھ ان کی کتاب پیش کرتی ہے وہ دکھانا پڑتا ہے تا کہ ایک کفر عظیم کو شکست ہو۔‘‘

(الحکم نمبر 8 جلد 8، مورخہ 10 مارچ 1904ء، صفحہ:2)

۔۔۔۔پھر حضور ضمیمہ نزول المسیح میں فرماتے ہیں:

’’خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان دراز کرتا ہے۔میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسینؓ جیسے یا حضرت عیسٰیؑ جیسے راستباز پر بدزبانی کرکے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا اور وعید مَنْ عَادَا وَلِيًّا لِي دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے۔‘‘

اب سوال یہ ہے کہ ظاہری طور پر تو بہت بدبخت ہیں جو حضرت امام حسینؓ کے خلاف بدزبانی کرتے ہیں اور حضرت عیسٰیؑ پر بھی سخت بدزبانی کرتے ہیں تو وہ ایک ہی رات میں مر کیوں نہیں جاتے۔اصل میں یہ روحانی مضمون ہے کہ وہ مرے ہوئے ہی ہوتے ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں یعنی روحانی لحاظ سے وہ زندہ رہ ہی نہیں سکتے ایسی گستاخی کے بعد۔اگر وہ پہلے سے مردہ نہ ہوں تو ایسی گستاخی نہیں کریں گے۔اگر زندہ بھی سمجھتے تھے اپنے آپ کو تو اس گستاخی کے بعد ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتے یعنی روحانی معنوں میں۔

’’اور وعید مَنْ عَادَا وَلِيًّا لِي دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے۔پس مبارک وہ جو آسمان کے مصالح کو سمجھتا ہے اور خدا کی حکمت عملیوں پر غور کرتا ہے۔‘‘

(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ:149)

(خطبات طاہر جلد 19 صفحہ 220 تا 224 خطبہ جمعہ فرمودہ 14 اپریل 2000ء)

(5) ایک اور روایت ہے حضرت ام سلمہؓ سے کہ

’’آنحضرت ﷺ نے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے اوپر کپڑا ڈالا اور فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص لوگ ہیں ان سے رجس دور کردے اور انہیں اچھی طرح پاک فرمادے۔‘‘

(جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل فاطمۃؓ بنت محمدؐ، نمبر:3871)

ایک صحیح بخاری میں حضرت امام حسنؓ کے متعلق خصوصی دعا کا ذکر ملتا ہے۔حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ

’’حضرت نبی کریم ﷺ دن کے ایک حصہ میں باہر نکلے اور آپ ﷺ نے مجھ سے کوئی بات نہ کی اور نہ ہی میں نے آپ سے کچھ عرض کیا یہاں تک کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں پہنچے اور حضرت فاطمہؓ کے گھر کے صحن میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا بچے ادھر آؤ بچے ادھر آؤ۔حضرت فاطمہؓ کو کسی وجہ سے دیر لگی۔میں نے سمجھا کہ وہ اسے کوئی ہار وغیرہ پہنا رہی

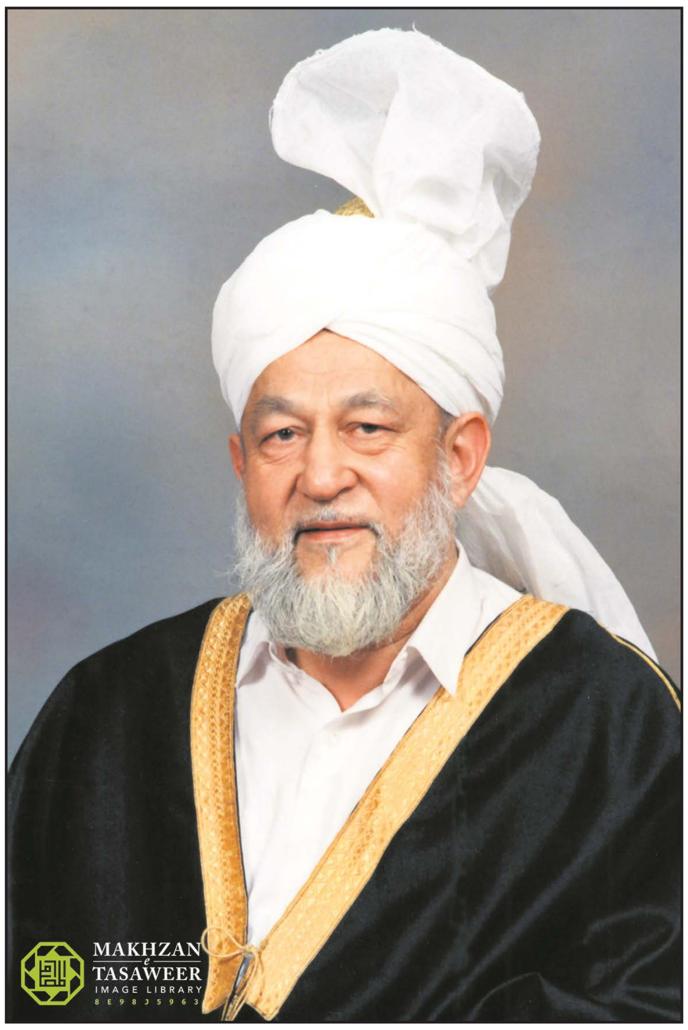

ہوں گی یا نہلا رہی ہوں گی۔اس پر رسول اللہ ﷺ تیزی سے آئے اور حضرت امام حسنؓ کو گلے سے لگالیا اور پیار دیا اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اَحْبِبْهُ وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ۔اے اللہ! اس سے محبت کر اور ان لوگوں سے بھی محبت فرما جو اس سے محبت کرتے ہیں۔‘‘

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ما ذکر فی الاسواق، نمبر:2122)

بخاری کتاب الادب میں حضرت اسامہ بن زید کی یہ روایت درج ہے۔حضرت اسامہ ابھی بہت چھوٹے بچے تھے کہ

’’آپ ﷺ نے ان کو پکڑ کر اپنے ایک زانو پر بٹھالیا اور دوسرے پر حضرت حسنؓ کو اور ایسا کئی بار ہوا۔آپ ﷺ ہم دونوں کو اپنے سینہ سے چمٹا لیتے تھے اور فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ ارْحَمْھُمَا فَاِنِّیْ اَرْحَمُھُمَا۔اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میں بھی ان سے بہت شفقت کا سلوک کرتا ہوں۔‘‘

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب وضع الصبی علی الفخذ، نمبر:6003)

(خطبات طاہر جلد 19 صفحہ 399، 400، خطبہ جمعہ فرمودہ 23 جون 2000ء)

دروس القرآن اردو

(1) اسی واسطے میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کی دعا کو بھی ضرور شامل رکھیں کیونکہ اہل بیت سے جیسا اُمت کا حق تھا ویسا سلوک نہیں ہوا اور بڑے ظلم ہوئے ہیں اور ان ظلموں کی پاداش میں بڑی فتنوں میں اُمت مبتلا کی گئی ہے۔تو اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعائیں مانگنی چاہئیں اور رسول اللہ ﷺ کے وہ اہل بیت جنہوں نے عظیم قربانیاں کی ہیں اسلام اور سچائی کی خاطر، اُن کے لئے دعائیں کریں کہ اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کا فیض ان میں ہمیشہ جاری رکھے۔ان میں جو گمراہ ہو چکے ہیں جو دُور ہٹ گئے ہیں اللہ ان کو واپس رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں لائے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صفاتِ حسنہ سے ان کو منور فرمادے۔اُن کے گھر برکتوں سے بھر دے۔

(درس القرآن 23 مارچ 1993ء بمقام بیت الفضل لندن)

(2) یہ عجیب انداز ہے جو شیعوں کا جو ہر جگہ اسی طرح چلتا ہے لیکن یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ کی ذات کے

خلاف جاتا ہے۔ ان کی عظمت کے خلاف جاتا ہے۔ یہ بے وقوف یہ نہیں سوچتے۔ اگر ان کو سچی محبت ہو تو کبھی یہ انداز اختیار نہ کریں۔ کربلا کے قصے پڑھیں، یوں لگتا ہے کہ جدھر رُخ کیا ہے جدھر نگاہ ڈالی ہے وہاں موتا موتی لگ گئی ہے اور کفار کے چھکے چھوٹ گئے ہیں اور بھاگتے چلے جا رہے ہیں۔ جب سارا میدان مارا گیا تو پھر وہ دردناک کیفیت سامنے آتی ہے کہ وہ فتح پتا نہیں کیسی فتح تھی جس کے نتیجہ میں یہ مظلوم شہزادے، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اولاد اور آپؐ کے جگر گوشے اس طرح ظالمانہ طور پر شہید کئے جا رہے ہیں اور پھر کوئی بھی بس نہیں سب بے اختیاری کا عالم ہے۔ بے وقوفی ہے! صرف کہیں جہاں رُلانا چاہتے ہو وہاں یہ باتیں کر دیتے ہو۔ جہاں جن کو تم عظمت دینا چاہتے ہو جو تمہاری عظمت کے محتاج نہیں ہیں۔ وہ خدا سے عظمت پا چکے ہیں ان کے متعلق غلط تصوّر باندھنے کے لئے کہ اس طرح وہ لڑ رہے تھے اور اس طرح دشمن کے چھکے چھوٹ رہے تھے، فرضی کہانیاں بناتے چلے جاتے ہو۔ یہی وہ ذہن ہے جس کی یہ پیداوار ہے یہ الزام۔

(درس القرآن 5رمضان بمطابق 16فروری 1994ء)

(3) اب مَیں اُسے چھوڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ السلام کی بعض تحریرات آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن سے پتہ چلتا ہے کہ شیعوں کو خود حضرت علیؓ کے حقیقی مقام کا کوئی علم ہی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے اہلِ بیت کے عشق کا جیسا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں ہے اس کی اور آپ کو مثال کہیں دکھائی نہیں دے گی لیکن شیعہ یہ شرارت کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض تحریرات کو پیش کرتے ہیں تا کہ شیعوں میں احمدیت کے خلاف بغض و عناد پھیلے اور یہ ثابت ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نعوذ باللہ حضرت امام حسینؓ کی بڑی سخت ہتک کی ہے۔ اس میں جو اُن کے الزام میں سب سے نمایاں طور پر جو شعر پیش کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے:

فَھٰذَا عَلَی الْاِسْلَامِ اِحْدَی الْمَصَائِبِ
لَدَی نَفَحَاتِ الْمِسْکِ قَذْرٌ مُّقَنْطَرُ

شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ پس اسلام کے اوپر جو مصیبتیں ٹوٹ پڑی ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کستوری کی خوشبو کے پاس گندگی کا ڈھیر لگا دیتے ہیں۔

یہ سارا قصیدہ توحید کی تائید میں شرک کے خلاف ایک جہاد پر مشتمل ہے اور اس ضمن میں ذکر فرماتے ہیں کہ دیکھو! تم نے بھی بہت بڑے بڑے پاک لوگوں حضرت علیؓ، حضرت حسین رضی اللہ عنھما وغیرہ وغیرہ پر دراصل شرک کا بہتان باندھ دیا ہے۔ جب تم ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہو، ان سے مَنّتیں مانگتے ہو تو شرک میں مبتلا کرتے ہو اور نعوذ باللہ ان کو جھوٹا خدا بنا لیتے ہو اور یہ بہت بڑا ظلم ہے ان کی پاک ذات پر اور اسلام پر یہ بڑا بھاری ظلم ہے کہ ایک طرف توحید اور ایک طرف شرک۔ توحید کی خوشبو کو مشک کی خوشبو سے تشبیہ دی ہے اور شرک کو گندگی سے۔ تو یہ لوگ جھوٹ بولتے ہوئے، جانتے ہوئے کیونکہ اس قصیدہ میں اس کی کوئی گنجائش بنتی ہی نہیں ہے۔ جو یہ بات بنا رہے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپؑ نے نعوذ باللہ حضرت حسینؓ کو گندگی سے تشبیہ دی ہے۔ یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم میں آپؑ کی زندگی میں آئی اور اس کے ردّ میں جو آپؑ نے فرمایا ہے میں آپ کے سامنے پڑھ کے سناتا ہوں۔ اس کے باوجود ان کا طریقہ یہ ہے، بعض ایسی روایات ملتی ہیں کہ جہاں کسی شیعہ کے پاس احمدی کا کیس ہو تو اس کو پیچھے پیچھے کان میں جا کر پھونکتے ہیں کہ ان کے حق میں فیصلہ کرو گے؟ یہ دیکھو! یہ کیا لکھا ہوا ہے؟ اب اس کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اصل حقیقت کیا ہے، اس سے تعصب میں مبتلا ہو کر بعض دفعہ وہ ظالمانہ فیصلے کر دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس الزام کے جواب میں فرمایا:

’’میں نے اس قصیدے میں جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت لکھا ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بیان کیا ہے۔۔۔‘‘۔ دونوں وہی مضمون ہیں کہ وہاں بھی شرک کرتے ہوئے ان دونوں پاک بزرگوں پر تم نے معبود انِ باطلہ بننے کا الزام لگا دیا ہے، گویا وہ بھی اس بات میں شریک ہیں۔ یہ ہے طرز استدلال۔ فرماتے ہیں:

’’مَیں نے اس قصیدہ میں جو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت لکھا ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بیان کیا ہے۔ یہ انسانی کارروائی نہیں ہے۔ خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان دراز کرتا ہے۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسینؓ جیسے یا حضرت عیسیٰؑ جیسے راستباز پر بد زبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا (مطلب ہے روحانی موت ہے اس کے لئے) اور وعید مَنْ عَادَ وَلِیًّا لِیْ دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے۔ (یہ جو وعید ہے کہ جو میرے ولی کا دشمن ہو میں اس کا دشمن بن جاتا ہوں) پس مبارک وہ جو آسمان کے مصالح کو سمجھتا اور خدا کی حکمت عملیوں پر غور کرتا ہے‘‘

(ضمیمہ نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 149)

تو یہ ہے اس کا جواب اس جھوٹے الزام کا۔ اور کئی دفعہ آج کل اس زمانے میں بھی پاکستان سے بعض بچے بے چارے مجھے خط لکھتے ہیں کہ یہ ہمارے متعلق دیواروں پر لکھا جا رہا ہے۔ سکول میں ہمیں تکلیف دینے کے لئے یہ مشہور کرتے ہیں، دیکھو! انہوں نے حضرت حسینؓ کے متعلق یہ لکھ دیا اور لوگ ہمیں طعنے دیتے اور مارتے اور گالیاں دیتے ہیں۔ تو یہ سب ان کے افترا کی باتیں ہیں، اس کا حقیقت سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ حقیقت کیا ہے؟ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

فرماتے ہیں، ملفوظات جلد 6 صفحہ 282:

’’حضرت عیسیٰؑ اور امام حسینؓ کے اصل مقام اور درجہ کا جتنا مجھ کو علم ہے دوسرے کو نہیں ہے کیونکہ جوہری ہی جوہر کی حقیقت کو سمجھتا ہے۔ اس طرح پر دوسرے لوگ خواہ امام حسینؓ کو سجدہ کریں مگر وہ ان کے رتبہ اور مقام سے محض ناواقف ہیں اور عیسائی خواہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا یا خدا، جو چاہیں بناویں مگر ان کے اصل اتباع اور حقیقی مقام سے بے خبر ہیں اور ہم ہرگز تحقیر نہیں کرتے۔‘‘

یہ جھوٹا الزام ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

’’وہ بلا شبہ دونوں معنوں کے رو سے آنحضرت ﷺ کے آل تھے لیکن کلام اس بات میں ہے کہ کیوں آل کی اعلیٰ قسم کو چھوڑ گیا ہے اور ادنیٰ پر فخر کیا جاتا ہے‘‘

فرماتے ہیں، ہم تو صرف یہ گفتگو کرتے ہیں کہ تم آل کی اعلیٰ قسم کو نظر انداز کر دیتے ہو جو روحانی آل ہے اور محض جسمانی آل پر زور دیتے ہو اور روحانی آل والوں کو اس مضمون سے ہی باہر نکال پھینکتے ہو۔

’’تعجب کہ وہ اعلیٰ قسم امام حسنؓ اور حسینؓ کے آل ہونے کی یا اور کسی کے آل ہونے کی، جس کی رو سے وہ آنحضرت ﷺ کے روحانی مال کے وارث ٹھہرتے ہیں اور بہشت کے سردار کہلاتے ہیں یہ لوگ اس کا تو کچھ ذکر ہی نہیں کرتے۔ اور ایک فانی رشتہ کو بار بار پیش کیا جاتا ہے جس کے ساتھ روحانی وراثت لازم ملزوم نہیں ہے۔‘‘

یہ ہے گفتگو۔ جب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے، ان معنوں میں اُٹھایا ہے۔

حضرت علیؓ کے مرتبہ اور مقام کی بات میں بتا رہا ہوں۔ یہ نہ سمجھیں کہ چونکہ شیعوں نے نعوذ باللہ پہلے تین خلفاء پر الزامات عائد کئے ہیں اور ظلم توڑے ہیں، اس لئے کسی طرح بھی نعوذ باللہ من ذٰلک حضرت علیؓ کے لئے دل میں کہیں کوئی میل کا ایک معمولی سا شائبہ بھی آپ کے دل پہ طاری ہو جائے۔ اگر اس کے جواب میں حضرت علیؓ کے متعلق آپ کے دل پر میل آئے تو یہ ہلاکت کی نشانی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے بیان کیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قطعاً کوئی ادنیٰ بھی حصہ اس میں نہیں ہے کہ پہلے تین خلفاء کے اوپر بدزبانی کی جائے، گالیاں دی جائیں۔ آپؓ نے جب بھی ذکر فرمایا محبت اور احترام سے ذکر فرمایا۔ جب تک ان کی بیعت میں رہے اور ہمیشہ رہے، آخر دم تک رہے ان کے ساتھ کامل وفاکی ہے۔ ان کے ہر اشارے پر لبیک کہا ہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام ہے اور ہرگز ان پر کوئی حرف کسی قسم کا نہیں ہے۔ بعض سُنی بعض دفعہ زیادتی کرتے ہوئے بعض حضرت علیؓ کی طرف منسوب الزامات کو بھی پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ آپؓ سے اس طرح رسول اللہ ﷺ کو دُکھ پہنچا، آپؓ پر شادی کے معاملہ میں یہ الزام لگا، وہ ہوا۔ یہ ناپاک طریق ہیں، میں اس کو جماعت میں بالکل پسند نہیں کرتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاک وجود پر کسی قسم کا اتہام دوسرے کی روایت کے طور پر بھی پیش کرنا مناسب نہیں ہے۔ ورنہ آپ کے دل میں آہستہ آہستہ ایک بغض کا اثر پڑنا شروع ہو جائے گا اور آپ دُور ہونا شروع ہو جائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو الفاظ ہیں سُنئے!!!

’’آپؓ بڑے تقوی شعار پاک باز تھے۔ ان لوگوں میں سے تھے جو رحمان خدا کو سب سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔ قوم کے چنیدہ لوگوں میں سے اور سادات میں سے تھے۔ خدا کے غالب شیر اور اس کے مہربان دردمند جوان تھے۔ بڑے سخی اور پاک دل تھے۔ بے مثل شجاع تھے۔ میدان میں جس جگہ جم جاتے اس جگہ سے ہرگز نہ ٹلتے خواہ دشمن کی فوجیں مقابل پر آ جائیں۔ تمام عمر پُر مشقت زندگی بسر کی۔ زُہد میں نقطۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ مال و دولت دینے، حاجت و تکلیف کو دُور کرنے، یتیموں، مسکینوں اور ہمسائیوں کی خبر گیری میں اوّل درجے کے انسان تھے اور معرکوں میں بہادری کے ابواب رقم کیا کرتے تھے۔‘‘ (کیا خوبصورت کلام ہے؟ اور معرکوں میں بہادری کے ابواب رقم کیا کرتے تھے۔ نئے نئے ابواب کا اضافہ ہوتا تھا معرکوں کی تاریخ میں) اور تیر و تلوار کی جنگ میں مظہر عجائب تھے۔ ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ شیریں بیان، فصیح اللسان تھے۔ آپؓ کی بات سننے والے کے دل کی گہرائیوں میں اُتر جاتی تھی۔ اپنی گفتگو سے ذہنوں کا زنگ دُور کر دیتے تھے، اور اپنی تقریر کو نورِ برہان سے منور کر دیتے تھے۔ ہر طرح کے اندازِ بیان پر قادر تھے اور جو اس میدان میں آپؓ کا مقابلہ کرتا تھا وہ اسی طرح اپنی بے بسی کا اور شکست کا اعتراف کرتا جس طرح ایک مغلوب شخص کرتا ہے (یعنی جس

کو شکست نصیب ہوجائے، آخر ماننا پڑتا ہے)۔ ہر خیر میں اور فصاحت و بلاغت کے میدان میں فردِ کامل تھے‘‘

اب یہاں فردِ کامل ایک عظیم دادِ تحسین ہے۔ مَیں نہیں جانتا مردِ کامل تھا یا فردِ کامل، یہاں فردِ کامل لکھا ہے، دونوں مضمون اپنی جگہ اپنی شان رکھتے ہیں۔ مردِ کامل کہا جائے تو ایسے موقع پر اس کی بہادری اور جوان مردی کی ایک بہت ہی پیاری تصویر ہے اور فردِ کامل کا مطلب ہے اس کی کوئی مثال اَور نہیں۔

’’جو آپؓ کے کمالات کا انکاری ہو تو جان لو! کہ اس نے بے حیائی کی طرز اختیار کی۔ مصیبت زدہ اور لاچار کی ہمدردی کی ترغیب دیتے تھے۔ تنگ دستی پر قانع اور پریشان حال افراد کو کھانا کھلانے کا حکم دیتے تھے اور اللہ کے مقرب بندوں میں سے تھے۔ اور ان باتوں کے ساتھ ساتھ فرقانِ مجید کے معارف کے دودھ کا پیالہ پینے میں سابقین میں سے تھے۔ دقائقِ قرآنیہ کے ادراک میں آپؓ کو فہم عجیب عطا کیا گیا تھا۔ مَیں نے آپؓ کو عین بیداری کی حالت میں دیکھا نہ کہ نیند میں۔ آپؓ نے مجھے خدائے علاّم کی کتاب کی تفسیر عنایت فرمائی اور فرمایا کہ یہ میری تفسیر ہے جو اَب تمہیں عطا کی جاتی ہے۔ پس مَیں اس تفسیر کے ملنے پر خوش ہوا۔ تب مَیں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور وہ تفسیر لے لی اور خدائے وہاب و قدیر کا شکر ادا کیا۔ مَیں نے آپ کو نہایت مضبوط جسم والا اور گہرے اعلیٰ اخلاق والا، عاجز، منکسر المزاج، روشن اور پُر نور چہرے والا پایا۔ اور مَیں حلفاً کہتا ہوں کہ حضرت علیؓ نے محبت اور اُلفت کے ساتھ مجھ سے ملاقات کی۔‘‘

(سرالخلافۃ، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 358)

یہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حضرت علیؓ کے متعلق تصوّر۔ تصوّر نہیں، ایسا بیان جو لفظاً لفظاً حقیقت پر مبنی ہے۔ کوئی مبالغہ آمیزی نہیں، کوئی تحریر کی سجاوٹ کا خیال شامل نہیں ہے۔ جو آپؑ کے مقدس و مطہر دل نے محسوس کیا، جو جانا، جو علم آپ کو کشفاً عطا کیا گیا اس کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تصویر کھینچی ہے۔

پس اس جہالت میں کبھی مبتلا نہ ہوں کہ اگر کسی خلیفہ پر شیعہ زبانِ طعن دراز کریں تو مقابل پر آپ نعوذ باللہ من ذلک حضرت علیؓ کی کمزوریاں ڈھونڈ کر اپنی دلیل کو طاقت دینے کی کوشش کریں۔ یہ ایسا موقع ہے جہاں جیسا کہ مَیں نے پہلے آیت قرآنیہ کے حوالے سے آپ کو سمجھایا تھا، وہاں زبان دراز کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ سب بزرگ خدا کے پاک بندے تھے، خدا کے حضور حاضر ہوگئے، ان کے متعلق قرآنی گواہی یہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی آخری دم تک یہ گواہی ہے کہ یہ پاک لوگ ہیں، ورنہ حضرت ابوبکرؓ کو نماز کی امامت پہ کیسے کھڑا کردیتے۔ پس ایسے موقع پر اگر تکلیف بھی ہے تو برداشت کرلو لیکن حضرت علیؓ میں آپ کے ساتھی اور آل کے متعلق کوئی میلا خیال دل میں نہ آنے دو۔

’’حضرت حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا‘‘ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام ہے جو مَیں پڑھ کے سنارہا ہوں۔

’’حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلا شبہ وہ اُن برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلا شبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے۔ اور اس امام کی تقویٰ اور محبتِ الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہوگیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوگیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔‘‘

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تو شاذ اشارے ملتے ہیں مناظروں میں مگر حضرت امام حسینؓ کے متعلق تو بعض سُنیوں نے ایسا ظالمانہ رویہ اختیار کیا ہے کہ ان کے مقابل پر یزید کو حضرت یزید کر کے لکھا گیا اور حضرت امام حسینؓ کی غلطیاں ظاہر کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ ایسی صورت میں نعوذ باللہ من ذلک حضرت یزید کے پاس اس کے سوا چارہ نہیں تھا جو انہوں نے کرکے دکھایا۔ تو یہ نہایت ہی خبیثانہ حرکت ہے اور جماعت احمدیہ کا اس سے کوئی دُور کا بھی تعلق نہیں۔ ہم سُنی العقیدہ ہونے کے باوجود ایک امتیاز رکھتے ہیں۔ ہمیں وقت کے امام نے ایک روشن دماغ اور روشن دل عطا کیا ہے اور ہمارے دل کو حقیقت، سچ کے نور سے بھر دیا ہے اس نور سے جو خدا سے آپؑ نے پایا۔

پس شیعوں کے مقابل پر جو ہمارا موقف تھا مَیں نے کھول کر بیان کردیا۔ کوئی اس میں بات لپیٹی نہیں، کھول کر بتایا کہ یہ موقف ہے جو سچا ہے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم ان سُنیوں کے ساتھ شامل ہیں جو جواباً نعوذ باللہ من ذلک حضرت امام حسینؓ پر بھی حملے کر دیتے ہیں اور آپؓ کے دشمنوں کی تعریف کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمارہے ہیں:

’’ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہوگیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوگیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبتِ الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کا نقش ہو۔‘‘

یعنی حضرت امام حسینؓ کے نقوش کو اسی طرح اپنے دل پہ قبول کریں کہ وہ آپ کے دل میں جلوہ گر ہوجائیں جیسے ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کا نقش۔

’’یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو اُن میں سے ہیں۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دُور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے۔ اور جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے، وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جلّ شانہ اس شخص کا دشمن ہوجاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات، جلد 3 صفحہ 545)

’’افاضۂ انوارِ الٰہی میں محبتِ اہلِ بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے۔‘‘

’’افاضۂ انوارِ الٰہی میں‘‘ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوروں کے پہنچنے میں۔ یعنی نوروں کو تم تک پہنچایا جاتا ہے جو، اس میں کون کون سے محرکات و موجبات شامل ہوتے ہیں؟ فرمایا:

’’محبتِ اہلِ بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے۔ اور جو شخص حضرتِ اَحدیّت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے وہ اِنہیں طیّبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے اور تمام علوم و معارف میں ان کا وارث ٹھہرتا ہے۔ اس جگہ ایک نہایت روشن کشف یاد آیا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نمازِ مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غَیبتِ حِس سے جو خفیف سے نشہ سے مشابہ تھی (جیسے ہلکا سا طبیعت میں ایک نشہ سا آجائے، یعنی اس میں لطف بھی تھا) ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے یک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی، جیسی بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے۔ پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آگئے، یعنی جناب پیغمبر خدا ﷺ و حضرت علی و حسنین و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنھم اجمعین، اور ایک نے اُن میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادرِ مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا، پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی۔ جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علیؓ نے تالیف کیا ہے اور اب علیؓ وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔‘‘

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص حاشیہ در حاشیہ نمبر 3 صفحہ 598-599)

یہ روایت مَیں نے خاص طور پر اس لئے یہاں چُنی ہے کہ احمدیوں پر جو ظلم کئے جارہے ہیں پاکستان میں، اُن میں بعض خبیث فطرت لوگ اس روایت کو بھی بگاڑ کر عوام الناس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق گندے الزامات لگاتے ہیں اور یہ الزام دراصل ان پر اُلٹتا ہے۔ ان کا خُبثِ باطن ہے جو ایسی ناپاک بات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کرتے ہیں جس کا اس روایت سے کوئی دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ کوئی وہم و گمان بھی کوئی شریف انسان نہیں کرسکتا کہ اس روایت میں کوئی ایسا مضمون بیان ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کھڑے ہوئی حالت میں ایک کشفی نظارہ ہے۔ جن پانچ بزرگوں کے آنے کا ذکر ہے اس میں حضرت رسول اللہ ﷺ موجود ہیں، حضرت علیؓ موجود ہیں حضرت فاطمہؓ کے بیٹے موجود ہیں اور آپؑ کو ایک بچے کے طور پر دکھایا گیا ہے، ورنہ اگر اپنے زانوں سے سر لگاتیں تو ایک بڑے آدمی کا سر تو زانوں کے ساتھ نہیں لگ سکتا ہے۔ صاف پتہ چلا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشفی حالت میں ان سب بزرگوں کو قد آور دیکھا ہے اور اپنے آپ کو اُن کے مقابل پر ایک چھوٹا بچہ دیکھا ہے اور تب ہی جس طرح ماں بچے کا سر اپنے ران کے ساتھ لگاتی ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کشف میں جب آپؑ کا سر اپنی ران کے ساتھ لگایا تو وہ ران کے برابر تھا۔ یہ تو نہیں کہ دوہرا کر کے اُلٹا کر نیچے لے جایا گیا، ایسا کوئی نقشہ تو اس عبارت سے ظاہر نہیں ہورہا۔ ایک نہایت پاکیزہ کشف ہے۔ مادرِ مہربان کا لفظ موجود ہے ’’ایک مادرِ مہربان کی طرح‘‘۔ اور منظر کیا ہے؟ باپ موجود ہیں، خاوند موجود ہیں، بچے موجود ہیں اور یہ ناپاک اور کمینے لوگ یہ گند اُچھالتے ہیں اور حیاء نہیں کرتے کہ حضرت فاطمہؓ کے اوپر یہ بکواس کررہے ہیں۔ جب یہ ایسا گندا خیال اس سے جو نکالتے ہیں تو الزام لگانے والے یہ ہیں اور بے حرمتی کرنے والے یہ ہیں۔ اس عالم کشف میں تو اس کا دُور کا بھی اشارہ موجود نہیں جو یہ بکواس حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ کرنے کی خاطر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر کرتے ہیں۔ اس لئے میں یہ کھول کر بتارہا ہوں کہ یہ جو

پاکستان کی دیواریں اس قسم کی گندگیوں سے کالی کی جاتی ہیں یہ ان مولویوں کے دل کے گند ہیں اور یہاں شیعہ، سُنی سب اکٹھے ہوجاتے ہیں یہ گند اچھالنے میں اور حیاء نہیں کرتے کہ کس کے متعلق کیا بات کر رہے ہیں۔

پھر یہ کہ جان کر حوالہ وہ دیتے ہیں جو مختصر حوالہ ہے۔ جب 1974ء میں جماعت احمدیہ کو موقع ملا، یعنی ان کو زبردستی بلایا گیا کہ نیشنل اسمبلی کے سامنے پیش ہوں اور ہم تم پر الزام لگائیں گے، تم ان کا جواب دو۔ تو حضرت خلیفہ المسیح الثالثؒ کے ساتھ میں بھی شامل تھا اور مجھے یاد ہے یہ الزام بھی ان الزامات میں شامل تھا لیکن حوالہ براہین احمدیہ کا دینے کی بجائے ایک بعد کی کتاب کا دیا جس میں مختصر ذکر تھا اس کا حالانکہ ان کی انہوں نے باقاعدہ علماء کی ٹیمیں بٹھا رکھی تھیں اور نہ صرف مذہبی امور کی وزارت بلکہ امورِ قانون کی وزارت بھی کئی مہینوں سے دن رات کام کر رہی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے کوئی قابلِ اعتراض بات نکالی جائے اور براہین احمدیہ بھی ان کے مطالعہ میں تھی۔ جان کے اس کو چھوڑ کر جس میں پوری تشریح موجود ہے اس مختصر حوالے کو لے لیا تا کہ لوگوں کو پتہ نہ لگے کہ کیا بات کہی جارہی ہے۔ یہ ہے مادرِ مہربان والا حوالہ جس سے انہوں نے سارا طوفان کھڑا کیا اور جب وہاں حضرت خلیفتہ المسیح الثالثؒ نے براہین احمدیہ سے پڑھ کر سنایا کہ یہ ہے تو مولویوں کے منہ دیکھنے والے تھے اور سارا ہال جو دوسرا تھا ان کی طرف دیکھ کر ہنس رہا تھا کہ یہ تھا حوالہ؟ وہ ریکارڈ تو ہوگئی ہے وہ ساری کارروائی لیکن افسوس ہے کہ ویڈیو نہیں ہوسکی، ورنہ آپ دیکھتے مولویوں کے چہرے اور دیکھتے کہ کس طرح ہال میں موجود ممبران کی اکثریت اس موقع پر مولویوں کی طرف دیکھ دیکھ کے ہنس رہی تھی، لو جی! یہ دیکھ لو! آ گیا جواب تمہارا۔ لیکن حیاء نہیں ہے، پھر وہی بات کئے چلے جاتے ہیں۔

''ازالہ اوہام''میں آئمہ اثنا عشری کے متعلق لکھا ہوا ہے:۔

''آئمہ اثنا عشر نہایت درجہ کے مقدس اور راستباز اور ان لوگوں میں سے تھے جن پر کشفِ صحیح کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔''

اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا موٴقف تو یہ ہے کہ نہ صرف اہلِ بیت جسمانی اہلِ بیت تھے بلکہ روحانی اہلِ بیت بھی تھے اور اس پہلو کو زیادہ اُٹھانے کی ضرورت ہے، اس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اس سے دوسروں کے دلوں میں بھی اہلِ بیت بننے کی طمع پید ہوگی، ورنہ جو جسمانی اہلِ بیت ہیں ان کا لاکھ ذکر کرتے رہو کوئی دوسرا بن ہی نہیں سکتا، وہ بے چارہ بیٹھا کیا سنتا رہے گا؟ فرمایا، اس طرف بلاوٴ جس طرف لوگ بھی آسکتے ہیں اور جیسا بنانے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا تھا۔ پھر اہلِ بیت کی محبت میں جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے تمام آئمہ کے متعلق آپؑ نے ایک نہایت ہی پاک کلام میں ان کی محبت میں سرشار ہو کر ان کے تقویٰ پر مہر تصدیق ثبت کی ہے کہ ہمارے نزدیک یہ سارے آئمہ صاف اور پاک لوگ تھے۔ اسی لئے میں نے آئمہ کا حوالہ دیا تھا کہ آئمہ خود ان باتوں کو ناپسند کرتے اور مردُود قرار دیتے ہیں جو یہ الزام لگاتے ہیں۔ اب آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں یہ عرض کرتا ہوں۔

فرماتے ہیں:

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچہٴ آل محمد است
دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش
در ہر مکان ندائے جلال محمد است
ایں چشمہٴ رواں کہ بخلق خدا دھم
یک قطرہٴ ز بحر کمال محمد است
این آتشم، ز آتش مہر محمدی یست
وایناآب من ز آب زلال محمد است

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّم۔

(درس القرآن 13رمضان بمطابق 24فروری 1994ء)

(4) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

سب سے پیاری بات جو خدا تعالیٰ کو بہت ہی زیادہ اچھی لگتی ہے۔ وہ ہے ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ'' یہ دو کلمے ہیں۔ پاک ہے وہ اللہ ہر قسم کی کمزوریوں سے لیکن اپنی حمد کے ساتھ۔ یعنی صرف کمزوریوں سے پاک نہیں، ہر کمزوری کے مقابل پر اس میں ایک حمد موجود ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ، واہ کیا شان ہے ہمارے رب کی! عظیم کا لفظ یہاں اسی طرح کا ہے، جیسے ہم کسی بندے کے متعلق بہت ہی متاثر ہوجائیں کہ عظیم آدمی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ عظیم ہے جو ہر خرابی سے پاک، ہر خوبی سے مرصّع اور ہر خوبی اس کی ذات میں کامل طور پر موجود۔ ایسے وجود کی تعریف ہونی چاہئے، اسی سے تعلق جوڑنا چاہئے۔ اس کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا کہ درود اس کے ساتھ شامل کرو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ! محمدؐ پر سلام بھیج اور ہر قسم کی برکتیں اسے عطا فرما اور آل محمدؐ پر بھی۔

تو یہ سب دعاوٴں کا نچوڑ ہے۔ یہ دعا ہوجائے تو ساری دعائیں اس کے اندر داخل ہوجاتی ہیں اور آل محمدؐ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت تو داخل ہے ہی مگر خصوصیت سے وہ اُمت جو حقیقتاً محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت پر چلنے والی ہے اور آپؐ کی آل میں سے وہ خونی تعلق والے بھی جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خونی رشتہ بھی رکھتے ہیں اور روحانی رشتہ بھی رکھتے ہیں۔ پھر ایک وسیع تر معنے میں آل کا لفظ سارے بنی نوع انسان پر بھی صادق آتا ہے کیونکہ جس کی جو قوم ہو اُسے اس کی آل کہا جاتا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی قوم سارے بنی نوع ہیں، تمام انسان ہیں۔ پس ان معنوں میں یہ دعا جو ہے بہت ہی وسعت اختیار کر جاتی ہے۔

(درس القرآن فرمودہ مؤرخہ 10مارچ 1994ء بمقام بیت الفضل لندن)

محترم چوہدری لطیف احمد جھمٹ واقف زندگی وفات پا گئے

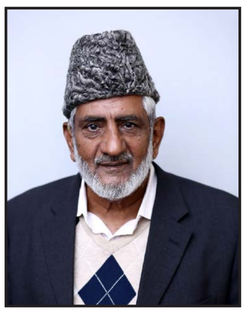

مکرم ایم۔ ایم۔ طاہر یہ افسوس ناک اطلاع دیتے ہیں۔

احباب جماعت کو افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ محترم چوہدری لطیف احمد جھمٹ واقف زندگی سابق وکیل المال الثالث مورخہ 3 اگست 2022ء بروز بدھ 79 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مورخہ 4 اگست بروز جمعرات دن دس بجے احاطہ صدر انجمن احمدیہ میں محترم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ دارالفضل کے قطعہ نمبر 12 میں تدفین کے بعد محترم مولانا صاحب نے ہی دعا کروائی۔

محترم چوہدری لطیف احمد جھمٹ صاحب 27 جنوری 1943ء کو محترم چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب باریٹ لاء سابق وکیل القانون کے ہاں پیدا ہوئے۔ 1966ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم ایس سی ریاضی کیا اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ 1968ء میں آپ سیرالیون تشریف لے گئے۔ جہاں جماعتی سکولز میں بطور استاد اور پرنسپل 1994ء تک یعنی 26 سال خدمت کی توفیق پائی۔ آپ نے 1971ء میں باقاعدہ زندگی وقف کی۔ افریقہ میں آپ کی خدمات کے اعتراف میں 2018ء میں آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ''عبدالرحیم نیر ایوارڈ'' سے نوازا۔ 1994ء میں افریقہ واپسی پر آپ نے تحریک جدید میں 5 سال نائب وکیل المال ثانی پھر سات سال نائب وکیل المال ثالث خدمت کی توفیق پائی۔ جنوری 2007ء تا جون 2020ء وکیل المال ثالث اور 20 جون 2020 تا 20 ستمبر 2021ء وکیل صنعت وتجارت رہے۔ اسی دوران آپ نے سیکرٹری کمیٹی آبادی کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ بطور مرکزی نمائندہ سیرالیون کے دورہ کا اعزاز بھی ملا۔ مجلس انصار اللہ پاکستان میں آپ 1997ء سے 2014ء تک قائد تربیت نومبائعین، قائد وقف جدید اور قائد تحریک جدید رہے۔ آپ باسکٹ بال کے مایہ ناز کھلاڑی تھے اور مجلس صحت مرکزیہ میں آپ باسکٹ بال کے نگران رہے۔ انصار اللہ پاکستان کی سپورٹس ریلی پر بھی آپ شعبہ مقابلہ جات میں بھرپور خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ آپ جماعت کے ایک معروف خدمت گار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے دادا حضرت میاں محمد دین صاحب واصل باقی نویس 313 صحابہ کی فہرست میں تیسرے نمبر پر شامل ہیں۔ آپ کے تایا حضرت صوفی غلام محمد صاحب ناظر بیت المال خرچ اور ایڈیشنل ناظر اعلیٰ تھے۔ جبکہ آپ کے والد چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب وکیل القانون تحریک جدید رہے۔ محترم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب سابق وکیل التعلیم آپ کے تایا زاد تھے۔ آپ نے پسماندگان میں بیوہ رشیدہ بیگم صاحبہ کے علاوہ ایک بیٹی مکرمہ امۃ النصیر صائمہ اہلیہ سرفراز احمد چٹھہ صاحب صدر محلہ دارالصدر شمالی انوار اور ایک بیٹا احمد رضا صاحب مقیم آسٹریلیا چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

جاذب محمود۔ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

قریشِ مکّہ کی قدیم قربانی اور جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں

از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

حضرت مصلح موعودؓ نے 52 سال جماعت احمدیہ کی قیادت کی اور اس دورمبارکہ میں آپؓ کی ہدایت اور خاص نظر کے تحت جماعت نے بہت ترقی کی۔ مگر جہاں آپؓ نے جماعت کی حمایت کی اور ہر پریشانی کے وقت جماعت کوسنبھالا، وہاں آپ نے جماعت سے بہت امیدیں بھی رکھیں۔ آپ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

میں اپنے پیاروں کی نسبت
ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پہ راضی ہوں
اور اُن کی نگاہ رہے نیچی

(کلام محمود صفحہ 142)

پس اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپؓ جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تو حضرت اسماعیلؑ کو خانہ کعبہ میں اِس لئے بٹھایا تھا کہ وہ خانہ کعبہ کی حفاظت کریں لیکن حضرت اسماعیل کی اولاد میں آگے یہ جوش دیر تک قائم نہ رہا جیسے آج بعض سیّد چور بھی ملتے ہیں اور ڈاکو بھی ملتے ہیں۔ کچھ نسل تک تو انہوں نے اِس وعدہ کو یاد رکھا لیکن اِس کے بعد وہ اس وعدے کو بُھول گئے اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سارے عرب میں پھیل گئی۔ بلکہ عرب کے علاوہ شام تک بھی چلی گئی۔ آخر قربِ زمانۂ نبویؐ میں قصی بن حکیم بن نضر کے دل میں خیال آیا کہ ابراہیمی وعدہ کو تو ہم پورا نہیں کر رہے ہمارے دادا نے تو یہ کہا تھا کہ تم یہاں رہو۔ اِس گھر کی صفائی رکھو۔ خانۂ کعبہ کے حج اور طواف کے لئے جو لوگ آئیں اُن کی خدمت کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنا وقت گذارو مگر ہم اِدھر اُدھر بکھر گئے اور اس خدمت کو جو ہمارے دادا نے ہمارے سپرد کی تھی بھول گئے۔ یہ خیال اُن کے دل میں اتنے زور سے پیدا ہوا کہ انہوں نے بنو نضر کے اندر یہ تحریک شروع کی کہ آؤ ہم لوگ اپنے سارے کام کاج چھوڑ کر مکہ میں جائیں اور خانۂ کعبہ کی خدمت کریں۔ یہ مناسب نہیں کہ ہم دنیوی اغراض کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وعدہ کو بُھول جائیں اور جو نصیحت انہوں نے اپنی اولاد کو کی تھی اُس کی پروا نہ کریں۔ انہوں نے جب ہمارے سُپرد یہ کام کیا تھا کہ ہم خانہ کعبہ کی خدمت کریں تو ہمارا فرض یہی ہے کہ ہم مکہ میں چلے جائیں اور خانہ کعبہ کی خدمت کریں۔ چنانچہ اُن کی قوم نے اُن کی بات مان لی اور وہ سب مکہ میں اکھٹے ہو گئے۔ یہ ایک بہت بڑی قربانی تھی جو انہوں نے کی۔ وہ باہر بڑی بڑی اچھی چراگاہوں میں رہتے تھے، وہ تجارتیں بھی کرتے تھے، وہ زمینداریاں بھی کرتے تھے، وہ اَور کئی قسم کے کاروبار میں بھی حصہ لیتے تھے مگر یکدم ساری قوم نے اپنی زمینیں چھوڑیں، گلہ بانی چھوڑی، زمینداری چھوڑی، تجارت چھوڑی اور ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں جہاں آمدن کی کوئی صورت نہیں تھی آ بیٹھے۔ میں سمجھتا ہوں اِس قربانی کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی کہ ایک قوم کی قوم اپنے پیشے چھوڑ کر محض اِس لئے ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں آ بیٹھی کہ اُن کے دادا ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو یہ نصیحت کی تھی کہ تم مکہ میں رہو اور جو لوگ یہاں حج اور طواف اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے آئیں اُن کی خدمت کرو۔ یہ ایک بہت بڑی قربانی تھی جو انہوں نے کی۔ پس چونکہ یہ لوگ متفرق ہونے کے بعد پھر اپنے گھر بار چھوڑ کر مکہ میں جمع ہو گئے تھے تا کہ ابراہیمی وعدہ کو پورا کریں اِس لئے اُن کا نام قریش رکھا گیا۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں قَرَشَ کے معنے جمع کرنے کے ہیں۔ پس قریش وہ قبیلہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے مکہ میں جمع کیا گیا اور اسی لئے اُن کا نام قریش ہوا۔ انہیں اس لئے قریش نہیں کہتے تھے کہ وہ باقی تمام قبائل عرب پر غالب تھے اور قرش (حضرت مصلح موعودؓ نے بتایا ہے کہ قرش ایک مچھلی کو بھی کہتے ہیں جو باقی تمام سمندری جانوروں پر غالب آ جاتی ہے۔ ناقل) کی طرح اُن کو کھا جاتے تھے۔ قریش کو عربوں میں یہ شہرت اور عزت رسول کریم ﷺ کے قریب زمانہ میں حاصل ہوئی ہے ورنہ اس سے پہلے تو یہ لوگ مجاوروں کی طرح وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور قبائلِ عرب پر ان کو کوئی غلبہ حاصل نہیں تھا۔ پس قریش کے معنے ہیں وہ قبیلہ جو اِرد گرد سے اکٹھا کر کے قصی بن کلاب بن نضر نے مکہ میں آ بٹھایا تھا یا یوں کہو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کچھ اولاد قریش کہلائی کیونکہ وہ اِرد گرد سے لا کر مکہ میں بیت اللہ کی خدمت کے لئے لا بٹھائی گئی تھی۔

میں اُوپر بتا چکا ہوں کہ قریش کا نام قریش کیوں پڑا۔ میں نے بتایا ہے کہ اس بارہ میں میری تحقیق یہ ہے کہ اُن کا یہ نام کسی سمندری جانور کی وجہ سے نہیں رکھا گیا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ قصی بن کلاب کے وعظ کرنے پر اور یہ توجہ دلانے پر کہ چونکہ ہمارے دادا ابراہیمؑ نے ہمیں مکہ میں رہنے کا ارشاد فرمایا تھا اور ہمارے سپرد خانۂ کعبہ کی خدمت کی تھی ہمیں چاہیے کہ ہم اِرد گرد کے علاقوں کو چھوڑ کر مکہ میں جا بسیں اور وہیں اپنی زندگی بسر کریں۔ وہ مکہ میں آ کر رہنے لگ گئے تھے۔ پس چونکہ وہ قصی بن کلاب بن نضر کے توجہ دلانے پر مختلف مقامات سے اُٹھ کر مکہ میں جا کر بس گئے اِس لئے وہ قریش کہلائے یعنی جمع شدہ لوگ۔ اِس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ قریش تو تصغیر کا صیغہ ہے اور معنے یہ ہیں کہ مکہ میں جمع ہو جانے والا ایک چھوٹا سا ٹکڑہ یا ایک چھوٹا سا گروہ پھر کیا وجہ ہے کہ آلِ اسماعیل کو ایک چھوٹا سا گروہ یا چھوٹا سا ٹکڑہ کہا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حکم تو سارے بنو اسماعیل کو تھا کہ وہ مکہ میں رہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور پرستش کریں اور جو لوگ حج اور طواف کے لئے آئیں ان کی خدمت کریں۔ مگر چونکہ بنو کنانہ میں سے صرف نضر بن کنانہ کی اولاد مکہ میں آ کر بسی اور چونکہ وہ سارے بنو اسماعیلؑ میں سے ایک چھوٹا سا گروہ تھا اِس لئے وہ قریش کہلائے یہ بتانے کے لئے ہم تھوڑے سے آدمی ہیں جو اپنے دادا ابراہیم کی بات مان کر یہاں جمع ہو گئے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور جو لوگ خانہ کعبہ کے حج کے لئے آئیں اُن کی خدمت کریں۔ اور شاید اس نام میں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ دوسرے قبائل کو بھی مکہ میں جمع ہونے کی تحریک ہوتی رہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی باقی اولاد کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوتا رہے کہ جب ہم سے تھوڑے سے لوگ وہاں بس گئے ہیں اور اُنہوں نے ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کر لیا ہے تو ہم بھی تو اولادِ ابراہیمؑ میں سے ہیں اگر ہم بھی وہاں جا بسیں اور اپنے دادا کے حکم کو مان لیں تو اِس میں حرج کیا ہے۔ پس شاید اس تصغیر میں ایک یہ بھی حکمت ہو کہ اس نام سے باقی بنو اسماعیل کے دل میں تحریک ہوتی رہے اور وہ بھی اپنے دادا ابراہیمؑ کی بات کو مانتے ہوئے خدا تعالیٰ کے گھر کی خدمت کے لئے مکہ میں آ بسیں۔ پس ممکن ہے کہ اس نام سے اُنہوں نے دوسرے قبائل کے اندر تحریک کرنے کی ایک صورت پیدا کی ہو اور مکہ میں اُن کے جمع ہونے کے لئے ایک تحریک جاری کی ہو۔

غرض قصی بن کلاب کی تحریک پر یہ لوگ آئے اور مکہ میں بس گئے مگر ابتداء میں عرب کی توجہ حج کی طرف اتنی نہیں تھی کہ وہ مکہ میں کثرت سے آتے جاتے اور خانہ کعبہ کی برکات سے مستفیض ہوتے۔ اِس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ قوم جو اپنے دادا کی ہدایت اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بڑی بڑی پیشگوئیوں کے باوجود خانہ کعبہ کو چھوڑ کر چلی گئی۔ اگر حاجی کثرت سے مکہ میں آتے ہوتے تو اِن لوگوں کے رزق کے سامان پیدا ہوتے رہتے اور وہ اُن کو مکہ چھوڑنے کی مجبوری پیش نہ آتی۔ پس آلِ اسماعیل کا مکہ کو چھوڑ کر دوسرے عرب علاقوں میں پھیل جانا اِس امر کا ثبوت ہے کہ اس وقت تک خانہ کعبہ کے حج کا رواج عرب میں کم تھا اور بہت تھوڑے لوگ حج کے لئے آتے تھے۔ مجاوروں کو ہی دیکھ لو اُن کا کام کتنا ذلیل ہے اُسے دیکھ کر شرم آنے لگتی ہے۔ مگر کیا وہ اس ذلیل کام کو بھی آسانی سے چھوڑنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ باوجود اِس کے کہ وہ ایک قابل نفرت کام میں اپنی زندگی کے دن بسر کر رہے ہوتے ہیں پھر بھی اس کام سے اُن کا جتنا رزق وابستہ ہوتا ہے چاہے وہ رزق ذلّت سے ہی آئے اُسے وہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ پس اگر بنو اسماعیل نے مکہ چھوڑا تو یقیناً اس کے معنی یہ تھے کہ اُس زمانہ میں بہت ہی کم لوگ حج کیا کرتے تھے اور اُن کے گذارہ کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اس لئے یہ لوگ مکہ سے نکلے اور تمام عرب میں پھیل گئے۔ جب قصی بن کلاب کی تحریک پر یہ لوگ مکہ میں جا بسے تو یہی دقّت اُن کو پھر پیش آئی۔ وہ بس تو گئے مگر چونکہ حاجی بہت کم آتے تھے اور یہ لوگ وہیں مکہ میں رہتے تھے باہر کہیں آتے جاتے نہیں تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سخت تنگی اور عسر کی حالت میں مبتلا ہو گئے اور اُن کے گذارہ کی کوئی صورت نہ رہی بلکہ بعض لوگوں کی تو فاقہ تک نوبت پہنچ گئی اور ان کے لئے اپنی عزت اور زندگی کا قائم رکھنا مشکل ہو گیا۔ مگر پھر بھی قریش کو داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے ان تمام صعوبتوں کو بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا اور اپنی زبان پر وہ ایک لمحہ کے لئے بھی حرفِ شکایت نہ لائے۔ اوّل تو اُن کی یہی بہت بڑی قربانی تھی کہ انہوں نے اپنے کام کاج چھوڑے، پیشوں کو ترک کیا، تجارتوں کو نظرانداز کیا، زمینداروں سے مُنہ موڑا اور ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں جہاں روزی کا کوئی سامان نہ تھا، اہل و عیال کو لے کر رہنا شروع کر دیا۔ مگر پھر بھی کوئی کہہ سکتا تھا کہ قریش کا مکہ میں بسنا کوئی ایسی قربانی نہیں جس کی تعریف کی جاسکے کیونکہ مکہ کی عزت لوگوں میں بہت پھیلی ہوئی تھی اور لوگ وہاں حج کے لئے آتے جاتے تھے اِس لئے ممکن ہے وہ دولت یا عزت کی خواہش کی وجہ سے مکہ میں جا کر بس گئے ہوں۔ سو چونکہ یہ اعتراض پیدا ہو سکتا تھا اِس لئے خدا تعالیٰ نے اُن کی عزت ظاہر کرنے کے لئے پھر دوسری دفعہ ان کو قربانی کا موقع دیا۔ مکہ میں بسنے سے اُن کے گذارہ کی کوئی صورت نہ رہی۔ حج کی طرف عربوں کو بہت کم توجہ تھی نتیجہ یہ ہوا کہ فاقوں کی وجہ سے جانوں کے اتلاف تک نوبت پہنچ گئی۔ یہ لوگ کافر بھی تھے، مشرک بھی تھے، بے دین بھی تھے اور اُن میں سینکڑوں قسم کی خرابیاں پائی جاتی تھیں لیکن اس قوم میں بعض غیر معمولی خوبیاں بھی تھیں۔ مکہ کے لوگوں میں سے کسی خاندان کے پاس کھانے پینے کا سامان بالکل ختم ہو جاتا اور اُس کی حالت غیر ہو جاتی۔ وہ دوست بھی جو ان کی حالت سے آگاہ ہوتے مدد سے لاچار ہوتے کیونکہ وہ خود بھی غریب ہی ہوتے تھے تو وہ فاقہ کش لوگ قصی پر اعتراض نہیں

شروع کر دیتے تھے کہ اُس نے ہمیں غلط تعلیم دی تھی ہم مکہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ ہم نے بے وقوفی کی کہ ایسی جگہ آ بسے جہاں روٹی کا کوئی سامان نہیں تھا بلکہ وہ خاندان اُسی وقت اپنا خیمہ اٹھا کر مکہ سے ذرا باہر چلا جاتا (مکانوں کا رواج عرب میں بہت کم تھا بلکہ اب تک بھی بادیہ کے لوگ خیموں میں رہتے ہیں) اور مکہ سے دو تین میل پرے اپنا خیمہ لگا لیتا اور اپنے بیوی بچوں کو بھی وہیں لے جاتا تا کہ اُس کے رشتہ داروں، دوستوں اور محلہ والوں کو اُس کی اِس بُری اور خراب حالت کا پتہ نہ لگے۔ اور وہیں وہ سب کے سب بھوکے مرجاتے۔ میں سمجھتا ہوں یہ اس قسم کی قربانی ہے کہ اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ لوگ بھوکے ہوتے ہیں تو وہ فوراً کسی دوسری جگہ جا کر اپنی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ دوسروں سے سوال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے اور صبر اور برداشت کی قوت کو بالکل کھو بیٹھتے ہیں۔ ہمارے صوفیاء نے ایک لطیفہ لکھا ہے کہ کوئی بزرگ تھے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں شہر چھوڑ کر باہر جنگل میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کروں گا وہ کھانا بھیج دے گا تو کھالوں گا اور اگر نہ بھیجے گا تو فاقہ کروں گا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ انہوں نے شہر سے باہر ڈیرے لگا لئے ہیں تو ان کی بزرگی اور تعلقات کی وجہ سے دوستوں نے ان کو باقاعدہ صبح و شام کھانا پہنچانا شروع کر دیا مگر ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ انہیں کھانا نہ پہنچا۔ شاید ان سے زیادہ تعلق رکھنے والے لوگ کہیں باہر چلے گئے تھے یا شاید ان میں سے ہر ایک نے یہ سمجھا کہ دوسرے نے کھانا بھیج دیا ہو گا۔ اور اس طرح کوئی شخص بھی کھانا نہ لایا۔ ایک وقت گذرا اور انہیں کھانا نہ ملا۔ دوسرا وقت آیا تب بھی کھانا نہ آیا۔ اس کے بعد تیسرا وقت آ گیا مگر انہیں پھر بھی کھانا نہ پہنچا۔ تیسرے کے بعد چوتھا اور چوتھے کے بعد پانچواں اور پانچویں کے بعد چھٹا فاقہ اُن پر آ گیا۔ جب چھ فاقے ہو گئے تو اب ان کے لئے برداشت کرنا مشکل ہو گیا وہ کسی طرح گرتے پڑتے شہر میں آئے اور اپنے کسی دوست کے ہاں جا کر اُس سے خواہش کی کہ وہ اُنہیں کچھ کھانے کو دے۔ اُس نے تین روٹیاں اور اُن پر کچھ سالن رکھ کر پیش کیا۔ انہوں نے روٹیاں اٹھائیں سالن لیا اور باہر جنگل کو چل پڑے۔ کچھ دُور جا کر انہوں نے دیکھا کہ گھر کے مالک کا کتا بھی ان کے پیچھے چلا آ رہا ہے۔ انہیں خیال آیا کہ اس کتے کا بھی اِن روٹیوں پر حق ہے۔ اس پر انہوں نے ایک روٹی لی اُس پر سالن کا تیسرا حصہ رکھا اور کتے کے آگے ڈال دیا۔ اس نے جلدی جلدی روٹی کھائی اور پھر ان کے پیچھے چل پڑا۔ وہ تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ پھر ان کو خیال آیا کہ کتا تو ابھی پیچھے چلا آ رہا ہے معلوم ہوتا ہے ابھی اِسے سیری نہیں ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں کتا شاید اس لئے ان کے پیچھے گیا ہو گا کہ وہ اس کے مالک کے دوست تھے اور کتا ان کو اکثر آتے جاتے دیکھتا ہو گا۔ کتا جہاں اپنے آقا کے ساتھ محبت رکھتا ہے وہاں وہ اپنے آقا کے ساتھ ملنے والوں کو بھی خوب پہچانتا ہے بہت ہی ذہین جانور ہے۔ مگر انہوں نے تصوّف کے اثر کے پیچھے یہ سمجھا کہ شاید یہ اپنا حق مانگتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کتے کو دیکھ کر کہا بے شک تیرا حق مجھ سے زیادہ ہے تُو تو ہر وقت وہاں بیٹھا رہتا ہے مگر میں تو کبھی کبھار جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے دوسری روٹی لی اس پر بقیہ سالن کا نصف حصہ رکھا اور اسے کتے کے آگے ڈال دیا۔ کتے نے وہ روٹی بھی کھالی مگر پھر بھاگ کر ان کے پیچھے چل پڑا۔ اب کتا ان کے پیچھے چلا تو انہیں بہت غصہ آیا اور جب انسان کو غصہ آتا ہے تو وہ جانوروں سے بھی باتیں کرنے لگتا ہے۔ ہمارے ملک میں بیل چلانے والے بیل سے باتیں کرتے ہیں۔ گدھے چلانے والے گدھوں سے باتیں کرتے ہیں۔ یکے والے آدھی باتیں سواری سے کرتے ہیں اور آدھی باتیں گھوڑے سے کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں شاباش قدم اٹھائے چلا جائیں تجھے خوب گھاس کھلاؤں گا۔ کبھی نہیں چلتا تو غصہ میں اسے گالیاں دینی شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح جب انہوں نے بھی دیکھا کہ کتا ابھی تک پیچھے چلا آ رہا ہے تو انہوں نے غصہ سے اس کی طرف دیکھا اور کہا بے حیا دو روٹیاں تو میں ڈال چکا ہوں مگر پھر بھی تو میرا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ انہوں نے یہ بات کہی ہی تھی کہ ان پر کشفی حالت طاری ہوئی اور انہوں نے دیکھا کہ وہی کتا ان کے سامنے کھڑا ہے۔ کشف میں جانور بھی باتیں کر لیتے ہیں۔ زمین بھی بات کر لیتی ہے۔ لکڑی بھی بات کر لیتی ہے۔ اس لئے کتے کی بات پر تعجب نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے دیکھا کہ کتا ان کے سامنے کھڑا ہے اور وہ ان سے کہہ رہا ہے کہ بے حیا میں ہوں یا تم۔ میں جس انسان کے دروازہ پر بیٹھا ہوں اسے میں نے کبھی نہیں چھوڑا خواہ فاقوں پر فاقے کیوں نہ آئیں۔ مگر تم محض خدا کے لئے جنگل میں جا بیٹھے تھے لیکن چند فاقے ہی آئے تھے کہ شہر کی طرف اُٹھ بھاگے۔ اس نے اتنا کہا اور کشفی حالت جاتی رہی۔ انہوں نے تیسری روٹی اور باقی سالن بھی کتے کے آگے ڈال دیا اور خود خالی ہاتھ جنگل کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچے ہی تھے کہ تھوڑی دیر میں اُن کے دوست اور کئی دوسرے لوگ کھانا لیے ہوئے آ پہنچے اور ان سے معذرت کرنے لگے کہ پچھلے چند دنوں وہ اس خدمت سے محروم رہے۔ ان بزرگ نے کہا اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرا امتحان لیا گیا تھا۔ اب اس قصہ کو مکہ کے لوگوں کے حالات سے مقابلہ کر کے دیکھو وہ لوگ مشرک تھے لیکن ان میں محمد رسول اللہ ﷺ کی امت بننے کی قابلیت خدا تعالیٰ پیدا کر رہا تھا۔ یہ کتنی بڑی قربانی ہے کہ وہ مکہ سے کچھ فاصلہ پر خیمے لگا لیتے اور اپنے بیوی بچوں سمیت وہیں بھوک سے تڑپ کر مر جاتے مگر مکہ کو نہ چھوڑتے تھے اور نہ دوسرے لوگوں سے سوال کرتے۔ اس سے ایک طرف تو ان کے اس جوش کا پتہ لگتا ہے جو ان کے دلوں میں خانہ کعبہ کی خدمت کے متعلق تھا اور دوسری طرف ان کی قناعت کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ وہ لوگوں پر بار نہیں بنتے تھے۔ کسی سے کچھ مانگتے نہیں تھے۔ الگ تھلگ ایک خیمہ میں پڑے رہتے اور وہیں سب کے سب مر جاتے۔ میں سمجھتا ہوں ہماری جماعت جو اس امر کی مدّعی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تعلیم پر ایمان رکھتی اور اُس کے نور کی حال ہے اُس کے افراد کو بھی اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ خصوصاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی اولاد اور آپ کے خاص اتباع کی اولاد کو میں ان کے اس فرض کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ دین کے لئے قربانی اور ایثار کا وہ مادہ ابھی تک ان میں پیدا نہیں ہوا جو احمدیت میں داخل ہونے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام پر ایمان لانے کے بعد اُن میں پایا جانا چاہیے تھا۔ اُن کا قدم نہایت سُست ہے اور اُن کے اندر قربانی اور ایثار کا مادہ ابھی بہت کم ہے۔ یقیناً اس معیار کے ساتھ ہم کبھی بھی دنیا پر غالب نہیں آ سکتے جب تک ہم میں سے ہر شخص یہ نہیں سمجھ لیتا کہ وہ غرض جس کے لئے وہ اس سلسلہ میں شامل ہوا ہے اور وہ مقصد جس کے لئے اس نے بیعت کی ہے وہ دوسری تمام اغراض اور دوسرے تمام مقاصد پر مقدم ہے اُس وقت تک یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُس نے اپنے ایمان کا کوئی اچھا نمونہ دکھایا ہے۔ بلکہ میرے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی اولاد کے لئے تو ایسے کام کرنا جن سے دین کی خدمت میں روک پیدا ہو قطعی طور پر ناجائز ہے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ ویسا ہی دنیا دار شخص ہے جیسے کوئی اَور لیکن دوسروں کو بھی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان کے اندر یہ مادہ ہونا چاہیے کہ جب دین کی طرف سے انہیں آواز آئے وہ اپنے تمام کام کاج چھوڑ کر فوراً چلے آئیں اور اپنے آپ کو دینی خدمات میں مشغول کر دیں۔ اب اگر وہ دنیا کا کام کرتے ہیں تو اس لئے کہ ابھی دین کو ان کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ لیکن اگر ضرورت پیش آ جائے تو پھر ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ بیعت کے وقت انہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ اِس دین کو دنیا پر مقدّم رکھنے کے عہد کے آخر کوئی معنے تو ہونے چاہئیں۔ اس کے تم کوئی ادنی سے ادنی معنی کر لو آخر کسی نہ کسی چیز کو تمہیں بہرحال اپنے کاموں پر مقدّم رکھنا پڑے گا۔ اگر اس عہد میں تم مال شامل کرو تو تمہیں مال پر دین کو مقدّم رکھنا پڑے گا۔ اگر جان شامل کرو تو تمہیں جان پر دین کو مقدّم رکھنا پڑے گا۔ اگر خدمت شامل کرو تو تمہیں ہر قسم کی خدمت پر دین کو مقدّم رکھنا پڑے گا۔ بہرحال کوئی نہ کوئی مفہوم تمہیں اِس اقرار کا تسلیم کرنا پڑے گا اور جب یہ اقرار ہر احمدی نے کیا ہے تو ہماری جماعت کے افراد کو سوچنا چاہیے کہ اس اقرار کے بعد وہ کیا کر رہے ہیں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدّم رکھتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا ایسے احمدی موجود ہیں جو سَو میں سے 51 روپے دین کے لئے خرچ کرتے ہوں۔ مقدّم کے معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ میں اَور کاموں پر اِس کام کو ترجیح دیتا ہوں۔ اگر انہیں سَو روپیہ اپنے اخراجات کے لئے ملتا ہے اور وہ دیانت داری کے ساتھ اپنے تمام کاموں پر دین کو مقدّم سمجھتے ہیں تو اس کا ثبوت اسی طرح مل سکتا ہے کہ وہ سَو میں سے 51 روپے دین کے لئے خرچ کرتے ہوں۔ مگر کیا وہ ایسا کرتے ہیں؟ کیا وہ دن رات کے 24 گھنٹے دین کے کاموں پر صَرف کرتے ہیں؟ یا قربانی اور ایثار کے لحاظ سے وہ اپنے بیوی بچوں اور دوسری چیزوں پر دین کو مقدّم کرتے ہیں؟ یا وطن کے لحاظ سے وہ دین کو دنیا پر مقدّم سمجھتے ہیں؟ یا جان کے لحاظ سے وہ دین کو دنیا پر مقدّم سمجھتے ہیں؟ آخر کوئی ایک چیز تو ہونی چاہیے جس کے لحاظ سے وہ کہہ سکتے ہوں کہ ہم دین کو دینا پر مقدّم کر رہے ہیں۔ اگر ہر احمدی اِس نقطۂ نگاہ سے غور کرے اور اسے اپنے اندر ایک بات بھی ایسی نظر نہ آئے جس میں وہ دین کو دنیا پر مقدّم کر رہا ہو تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ یہ محض منافقت کی بات ہے کہ وہ دعویٰ تو یہ کرتا ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدّم کرتا ہوں مگر عمل یہ ہے کہ وہ کسی ایک چیز کے لحاظ سے بھی دین کو دنیا پر مقدّم نہیں کرتا۔ آخر کوئی ایک چیز تو ہونی چاہیے جس کے متعلق وہ کہہ سکے کہ میں فلاں چیز کے لحاظ سے دین کو دنیا پر مقدّم کر رہا ہوں۔ اور اس عہد کا کوئی نہ کوئی مفہوم تو ہونا چاہیے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ عہد ہم سے صرف اتنا تقاضا نہیں کرتا کہ ہم کسی ایک پہلو میں دین کو دنیا پر مقدّم کریں بلکہ ہر بات میں اور اپنے ہر کام میں ہمارا فرض ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدّم کریں۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ جو شخص اپنے ہر کام میں دین کو دنیا پر مقدّم نہیں کر سکتا اسے کم از کم یہ تو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ کسی ایک کام میں ہی دین کو دنیا پر مقدم رکھے تا کہ وہ کہہ سکے کہ میں اس عہد کو پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہ کوشش خواہ وہ مال کے لحاظ سے کرے، خواہ وطن کی محبت کے لحاظ سے کرے، خواہ ملازمت کے لحاظ سے کرے، خواہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے تعلقات کے لحاظ سے کرے، خواہ عبادت کے لحاظ سے کرے، خواہ قربانی اور ایثار کے لحاظ سے کرے، بہرحال کوئی ایک چیز تو ایسی ہونی چاہیے جسے وہ دنیا کے سامنے پیش کر سکتا ہو اور کہہ سکتا ہو کہ جن کاموں کا مجھے موقع ملا ہے ان میں میں نے دین کو دنیا پر مقدّم کر لیا ہے اور جو باقی کام ہیں ان میں بھی میں پوری طرح تیار ہوں کہ اس عہد کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کروں۔ لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ اُس کا دعوائے ایمان محض ایک منافقانہ فعل ہے جو اس کے کسی کام نہیں آ سکتا۔ تم قریش کے اس واقعہ پر غور کرو اور دیکھو کہ باوجود اس کے کہ یہ لوگ سچے دین کے حامل نہیں تھے، باوجود

بقیہ صفحہ 13 پر

عاطف وقاص۔ ٹورنٹو کینیڈا

آؤ! اُردو سیکھیں
سبق نمبر 55

امدادی افعال باب دوم

گزشتہ سبق سے ہم ایسے امدادی افعال کے بارے میں بات کر رہے ہیں جو یا تو فعل کے ساتھ اسم یا اسم صفت کے ملنے سے بنتے ہیں اور بعض صورتوں میں اسما یا صفات میں کچھ تبدیلی کرنے سے بنتے ہیں۔ اس سلسلے کو مزید آگے بڑھاتے ہیں۔

1۔ اردو زبان میں بعض مصادر یعنی Infinitives عربی Arabic یا فارسی Persian افعال یعنی Verbs یا اسما Nouns کے بعد نا کی علامت لگا کر بنالئے جاتے ہیں۔یعنی بعض عربی اور فارسی الفاظ کو اردو زبان کی شکل دینے کے لئے ان الفاظ کے آخر میں نا لگا دیتے ہیں۔ مثلاً فرما ایک فارسی لفظ ہے اس کے آگے نا لگا کر اردو لفظ فرمانا بنا لیا گیا۔ اسی طرح بخش سے بخشنا، آزما سے آزمانا، نواز سے نوازنا، گرم سے گرمانا، نرم سے نرمانا، داغ سے داغنا، خرید سے خریدنا۔

اسی طرح عربی الفاظ کی مثالیں ہیں۔ بدل سے بدلنا، بحث سے بحثنا، قبول سے قبولنا، دفن سے دفنانا، کفن سے کفنانا۔

تشویش ناک بات یہ ہے کہ اس طرح سے مصدر بنانے کا رجحان جدید اردو میں کم ہو گیا ہے۔ جبکہ اس طرح مصدر بنانے سے زبان میں بہت وسعت پیدا ہوتی ہے۔

تمیز فعل یا متعلق فعل Adverb

یہاں سے ہم ایک نئے باب کا آغاز کر رہے ہیں۔تمیز فعل یا متعلق فعل یعنی Adverb فعل کی کیفیت بیان کرتا ہے اور فعل کے ساتھ جب تمیز فعل یعنی Adverb آتا ہے تو اس کے آنے سے فعل کے معنوں میں تھوڑی بہت کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات تمیز فعل یعنی Adverb صفت یعنی Adjective کے ساتھ آ کر بھی یہی کام دیتا ہے۔

اردو زبان میں Adverb کو متعلق فعل کہتے ہیں کیونکہ یہ ایک ایسا لفظ ہوتا ہے جو کسی فعل یا صفت کے معنوں میں کمی یا زیادتی کر دیتا ہے۔ اس کی سب سے سادہ شکل وہ ہوتی ہے جو ضمائر یعنی pronouns سے بنتے ہیں۔

1۔ زمان یعنی وقت کے لحاظ سے: اب، جب، تب، کب

یہ سب الفاظ قدیم زبان سنسکرت سے ماخوذ (نکلے) ہیں۔ لیکن اردو میں پہنچنے تک ان الفاظ سے ایک طویل سفر کیا ہے۔ پس یہ یاوت اور تاوت سے جاوا اور تاوا اور پھر جب اور تب بنے۔

ان کے علاوہ دوسرے ہندی الفاظ جو متعلق فعل یعنی Adverb کا کام دیتے ہیں یہ ہیں: آگے، پیچھے، پہلے، آج، کل، پرسوں، تڑکے، سدا، سویرے، پھر۔

ان معنوں میں استعمال ہونت والے فارسی الفاظ مندرجہ ذیل ہیں: ہمیشہ، جلد، جلدی، یکا یک، اچانک، ناگاہ، ناگہاں، بعد ازاں، شب وروز۔

ناگاہ: اچانک، بے خبری میں۔ شعر:

آج ناگاہ ہم کسی سے ملے
بعد مدت کے زندگی سے ملے
(خمار بارہ بنکوی)

بعد ازاں: اس کے بعد Thereafter

2۔ مکان Space کے لحاظ سے استعمال ہونے والے متعلق افعال یعنی Adverbs: یہاں، وہاں، جہاں، تہاں، کہاں

اس کے علاوہ وہ الفاظ جو ہندی سے اردو میں آئے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

آگے، پیچھے، پرے (beyond, away, at distance)، ورے (اُدھر، پہلی بار)، پاس، اوپر، نیچے، بھیتر (اندر، چاردیواری میں، باطن، پوشیدہ)، باہر، اندر۔ بھیتر کی وضاحت نوین جوشی کے اس شعر سے ہوتی ہے۔

رہ گئے کتنے کردار بھیتر مرے
یعنی میری صلاحتیں منظر عام پر نہ آ سکیں
میرے بھیتر مرا قافلہ رہ گیا

اور یہی وجہ میرے اکیلے پن کی ہے۔ کیونکہ صلاحیتوں کے اظہار سے ہی انسان معاشرے میں جانا جاتا ہے۔

3۔سمت Direction کے لحاظ سے استعمال ہونے والے متعلق فعل الفاظ: اِدھر، اُدھر، جدھر، کدھر

اِدھر، اُدھر: اس جگہ، اس جگہ، قریب، دور، اتنی دیر میں، ایک جانب، دوسری جانب۔

here, there, nearby, close, on the other side

جیسے میں نے فلاں چیز اِدھر ہی رکھی تھی۔ اِدھر آؤ۔ اِدھر دروازہ کھولا اُدھر وہ دھم سے اندر۔ دو ممالک کے مابین موازنہ: اُدھر فلاں شے سستی ملتی ہوگی، اِدھر تو بہت مہنگی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

یاد رکھو کہ ہر ایک جو نفسانی جوشوں کا تابع ہے ممکن نہیں کہ اس کے لبوں سے حکمت اور معرفت کی بات نکل سکے بلکہ ہر ایک قول اس کا فساد کے کیڑوں کا ایک انڈہ ہوتا ہے بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ پس اگر تم روح القدس کی تعلیم سے بولنا چاہتے ہو تو تمام نفسانی جوش اور نفسانی غضب اپنے اندر سے باہر نکال دو۔ تب پاک معرفت کے بھید تمہارے ہونٹوں پر جاری ہوں گے اور آسمان پر تم دنیا کے لئے ایک مفید چیز سمجھے جاؤ گے اور تمہاری عمریں بڑھائی جائیں گی تمسخر سے بات نہ کرو اور ٹھٹھے سے کام نہ لو اور چاہیئے کہ سفلہ پن اور اوباش پن کا تمہارے کلام پر کچھ رنگ نہ ہو تا حکمت کا چشمہ تم پر کھلے۔ حکمت کی باتیں دلوں کو فتح کرتی ہیں لیکن تمسخر اور سفاہت کی باتیں فساد پھیلاتی ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکے سچی باتوں کو نرمی کے لباس میں بتاؤ تا سامعین کے لئے موجب ملال نہ ہو۔ جو شخص حقیقت کو نہیں سوچتا اور نفس سرکش کا بندہ ہو کر بدزبانی کرتا ہے اور شرارت کے منصوبے جوڑتا ہے وہ ناپاک ہے۔ اس کو کبھی خدا کی طرف راہ نہیں ملتی اور نہ کبھی حکمت اور حق کی بات اس کے منہ پر جاری ہوتی ہے۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی راہیں تم پر کھلیں تو نفسانی جوشوں سے دور رہو اور کھیل بازی کے طور پر بحثیں مت کرو کہ یہ کچھ چیز نہیں اور وقت ضائع کرنا ہے

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 365)

اقتباس کے مشکل الفاظ کے معنی

نفسانی جوش کے تابع: جذباتی ردعمل، جسمانی خواہشات جنھیں عقل وخرد کے سانچے میں نہ ڈھالا گیا ہو، جیسے بھوک، لالچ، شہوت یہ جبلی خواہشات جب تک عقل اور تقویٰ کے ماتحت نہ ہوں انتہائی خطرناک سطح تک بڑھ جاتی ہیں۔ ان خواہشات کا اس طرح بڑھنا ان کا جوش کہلاتا ہے۔ تابع یعنی جب یہ جوش بڑھے تو اس کے زور کے آگے غلام ہو جانا۔

Intensive sensual and emotional urges that can only be moderated by rationality and fear of Allah.

فساد کے کیڑوں کا انڈہ: بدامنی کی بنیادی وجوہات The fundamental causes of disorders.

بجز اس کے: اس کے علاوہ

پاک معرفت کے بھید: خالص سچائی، نافع علم تک پہنچنے کے راز The secret ways to reach the truth/ knowledge and understanding.

تمسخر اور ٹھٹھا: مذاق اُڑانا، یہ طریق اپنا لینا کہ کوئی بھی بات سنجیدگی سے نہیں کریں گے، نہ سنیں گے کیونکہ زندگی ہنس کھیل کر گزارنی چاہیئے۔ جیسا کہ آج کل یہ رواج ہو گیا ہے۔ سنجیدہ موضاعات پر بات کرنا بیوقوفی سمجھی جاتی ہے اور ایسے انسان کو پرانے زمانے کی سوچ رکھنے والا، دقیانوسی سوچ کا مالک سمجھا جاتا ہے۔

Making fun and non-serious attitude: Nowadays seriousness is considered old fashioned and an effort to control the people. The moment one starts talking about serious issues, he faces a very weird attitude of people, and he is asked to live a happy life full of fun and parties.

سفلہ پن، اباش پن: یہاں پن ایک لاحقہ زمانی ہے جو ایک دور یا زمانے میں اختیار کئے جانے والے رویے کو ظاہر کرتا ہے۔ سفلہ: یعنی کمینہ، کمزور اخلاق کا مالک اور جب پن لگا تو مطلب ایک حالت جو اپنا لی جائے۔ اباش: اسے اوباش لکھا جاتا ہے۔ اس کے معنی ہیں بدکردار، آوارہ، غیر مہذب، بے ادب وغیرہ۔

سفاہت: بے وقوفی، حماقت۔ عقل سے کام نہ لینے والا یا اس قابل ہی نہ ہونا کہ عقل سے کام لے سکے۔

سچی بات کو نرمی کے لباس میں: یعنی سچی بات بھی اگر بدتمیزی، سختی یا جبر سے کہی جائے تو اپنا اثر کھو دیتی ہے۔ لباس سے یہاں مراد ہے الفاظ کا چناؤ۔ یعنی ایک سچ آپ کو پتا ہے مگر جب آپ اسے دوسروں کے سامنے بیان کرنے لگیں تو ایسے الفاظ کا انتخاب کریں جو سننے والے کو غضبناک یا شرمندہ نہ کردیں۔

نفس سرکش: بے ادب انسان، بے علم انسان، غیر مہذب انسان۔

شرارت کے منصوبے جوڑنا: بدامنی کو پھیلانا، منفی سوچ کا حامل ہونا۔

کھیل بازی: غیر سنجیدہ کام جیسے کھیل جو زیادہ تر غیر ارادی ہوتے ہیں اور جسمانی طور پر کھیلے جاتے ہیں۔

صدف علیم صدیقی۔ کینیڈا

حدیقۃ النساء

گھر بستے بستے، بستے ہیں

گھر محض ایک لفظ نہیں بلکہ یہ ایک دنیا ہے ایک پوری کائنات اس کا مطلب بھی ہر کسی کے لیے الگ الگ ہے۔ کوئی اسے جنت نظیر کہتا ہے تو کسی کے لیے گھر کا تصور ہی جہنم سے بدتر ہوتا ہے۔ کوئی اس کے مکینوں پر جان چھڑکتا ہے تو کوئی ان مکینوں سے جان چھڑوانا چاہتا ہے۔ مرد عورت جب نکاح کے مقدس بندھن میں بندھ جاتے ہیں تو پھر وہ ایک گھر کی بنیاد رکھتے ہیں اب یہ ان پر منحصر کرتا ہے کہ وہ اس گھر کی بنیاد سچائی، اخلاص، وفا، اعتبار سے رکھتے ہیں یا اس کی بنیادوں میں دغابازی، جھوٹ اور نفرت کی اینٹیں لگاتے ہیں۔ یہ بنیاد بہت سوچ سمجھ کر رکھنی پڑتی ہے کیونکہ آئندہ آنے والی نسل کا مستقبل اس سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ جس گھر کی بنیاد دعا اور محبت سے ہو وہ گھر کبھی برباد نہیں ہوتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارے میں فرمایا ہے کہ:

’’اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ خیریت سے رہو اور تمہارے گھروں میں امن رہے تو مناسب ہے کہ دعائیں بہت کرو اور اپنے گھروں کو دعاؤں سے پُر کرو۔ جس گھر میں ہمیشہ دعا ہوتی ہے خدا تعالیٰ اسے برباد نہیں کیا کرتا‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 232 ایڈیشن 1988ء)

اور یہ نسخہ بہت سے لوگوں کا آزمودہ بھی ہے کہ جن گھروں کے مکین دعا گو ہوتے ہیں ان کے گھر کے حالات اگر وقتی طور پر خراب ہو بھی جائیں تو خدا تعالیٰ دعاؤں کے نتیجے میں بہتر کر دیا کرتا ہے۔ ہر انسان ایک خوبصورت گھر، مخلص ساتھی چاہتا ہے۔ لیکن قانون قدرت ہے کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کے لیے وہ سعی کرتا ہے۔ آج کل سوشل میڈیا کے دور میں لوگ دوسروں کے تصاویر اور اسٹیٹس، اسٹوریز دیکھ کر احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور ہر وقت اپنا موازانہ دوسروں سے کرتے ہیں۔ نوجوان نسل میں خاص کر عدم برداشت کے سبب انہیں اپنا آپ سب سے کمتر لگتا ہے وہ بھی وہ سب کچھ پانا چاہتے ہیں جو وہ دوسروں کے پاس دیکھتے ہیں۔ اکیلا گھر جہاں سسرال کا کوئی تصور نہ ہو۔ ملازمین، اچھی گاڑی، برینڈڈ اشیاء اور ایک ایسا ساتھی جو ان کے کہے پر دن کو رات اور رات کو کہنے والا اور ناممکن کو ممکن بنا دینے والا ہو لیکن انہیں اس سب کے لیے نہ ہاتھ ہلانا پڑے نہ ہی کوئی قربانی دینے پڑے۔ اول تو جو کچھ ہمیں دوسروں کے بارے میں نظر آرہا ہوتا ہو ضروری نہیں کہ وہ سب سچ ہو۔ بقول شاعر

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

دوسرا جن لوگوں کو یہ سب کچھ حاصل ہوا انہوں نے اس کے لیے کیا کچھ قربان کیا۔ کن تکالیف کے پہاڑ عبور کیے ان کا اندازہ صرف وہی لگا سکتے ہیں۔ ابھی ایک خبر میری نظر سے گزری کہ انڈیا کے ایک گلوکار کو گردے کی ضرورت تھی تو اس کی بھابی نے اسے اپنا گردہ دے دیا حالانکہ وہ پھر بھی زندہ نہیں بچا لیکن یہ کوئی چھوٹی قربانی نہیں تھی اور اس قربانی کے بعد اس کی ساس اس کا شوہر اسے کس قدر عزت و محبت دے رہے تھے اس کا نام کس عقیدت سے لے رہے تھے وہ قابل دید تھا۔ تو انسانی جسم تو ویسے ہی فانی ہے لیکن ایک قربانی سے اس عورت نے اپنا مقام و مرتبہ دنیا کے سامنے کتنا بلند کر لیا۔ اس کے علاوہ بھی اپنے ارد گرد دیکھیں تو بے شمار مثالیں دکھائی دیتی ہیں۔ کوئی عورت اپنی نند کے جہیز کے لیے اپنی خوشی سے اپنا سامان دے دیتی ہے تا کہ اس کے شوہر اور سسرال والوں پر مالی بوجھ کم ہو جائے۔ کوئی اپنے شوہر کے مشکل وقت میں اپنے قیمتی زیور فروخت کر کے اس کی مدد کر دیتی ہے۔ کوئی اپنے اپاہج ساس سسر کی خدمت کر کے شوہر کے دل کو فتح کر لیتی ہے تو کسی نے معذور دیور نندوں کے ساتھ کڑا وقت گزار کر اپنے آپ کو بہترین ساتھی کے منصب پر فائز کیا ہوتا ہے۔ کوئی طلاق یافتہ یا بیوہ نند اور اس کے بچوں کی ذمہ داریاں اٹھانے میں اپنے شوہر کا دایاں بازو بنی رہی ہوتی ہے۔ تو کسی نے طویل عرصے غربت کا مزا چکھا ہوتا ہے اور بنا شکوہ و شکایت کیے ہر حال میں وفا نبھائی ہوتی ہے۔ تو ایسے میں وہ رحمان و رحیم ذات بھی اسے مایوس نہیں کرتی بلکہ ہر عمل کا اجر بڑھا کر لوٹاتی ہے۔ ان سب یا ان کے علاوہ بھی اگر آپ نے اپنے گھر کو خوبصورت بنانے کے لیے بے غرض ہو کر قربانیاں دیں لیکن پھر بھی شوہر یا سسرال والوں کے دل نہیں جیت پائیں تو پھر وہی ایک ہتھیار جو اوپر بتایا گیا دعا سچے دل سے تڑپ کر وہی راتوں کے تیر جن کے نشانے کبھی خطا نہیں جاتے کبھی نہیں چوکتے ہمیشہ ٹارگٹ پر لگتے ہیں۔ اسے آزمایئے اور ہمیشہ اسی ذات پر توکل رکھیں کہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے

آپ کا بے غرض عمل بھی اور ریاکاری بھی اس کی رسائی تو ہماری سوچ تک ہے۔ تھوہر کے بیج بو کر گلاب کی آرزو عبث۔ اسی لیے بے غرض ہو کر اور اس پاک ذات پر توکل رکھتے ہوئے اپنی زندگی گزاریں اس بات پر کامل یقین رکھیے کہ

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا

(مریم:65)

اور تیرا ربّ بھولنے والا نہیں۔

انسان بھول سکتے ہیں آپ کی نیکیوں کو سراہنا لیکن وہ ہمارے کسی بھی نیک عمل کو ہر گز فراموش نہیں کرسکتا وہ نہ صرف اس کی قدر کرتا ہے بلکہ اس کا اجر کسی نہ کسی رنگ میں ہمیں بڑھا چڑھا کر واپس کرتا ہے۔ تو بس اپنے گھروں کو قربانی کے فرنیچر اور ایثار کے ڈیکوریش سے سجائیں۔ بے ریاری کا چھڑکاؤ کر کے مہکائیں اور خلوص و چاہت کو کھلے دل سے خوش آمدید کہیں۔ دعا کو جگہ جگہ گلدانوں میں سجائیں مکین ایک دوسرے کی صرف خوبیوں پر نظر رکھنے والے ہوں اور خامیوں سے صرف نظر کرنے والے ہوں۔ گرم جوشی اور الفت کی چادر سے ایک دوسرے کو ڈھانپنے والے ہوں پھر دیکھیں آپ کے گھر سے اچھا گھر کرہ ارض پر کسی کا نہ ہوگا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ لجنہ خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عورت کے مقام کا وہ حسین تصور جو اسلام نے پیش کیا ہے جس سے ایک سلجھی ہوئی قابل احترام شخصیت کا تصور ابھرتا ہے۔ وہ جب بیوی ہے تو اپنے گھر کی حفاظت کرنے والی ہے جہاں خاوند جب گھر واپس آئے تو دونوں اپنے بچوں کے ساتھ ایک چھوٹی سی جنت کا لطف اٹھا رہے ہوں۔ جب ماں ہو تو ایک ایسی ہستی کہ جس کی آغوش میں بچہ اپنے آپ کو محفوظ ترین سمجھ رہا ہے۔ جب بچے کی تربیت کر رہی ہے تو بچے کے ذہن میں ایک ایسی فرشتہ صفت ہستی کا تصور ابھر رہا ہو جو کبھی غلطی نہیں کرسکتی جس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے اس لئے جو بات کہہ رہی ہے وہ یقیناً صحیح اور سچ ہے اور پھر بچے کے ذہن میں یہی تصور ابھرتا ہے کہ میں نے اس کی تعمیل کرنی ہے۔ اسی طرح جب وہ بہو ہے تو بیٹیوں سے زیادہ ساس سسر کی خدمت گزار ہو اور جب ساس ہے تو بیٹیوں سے زیادہ بہوؤں سے محبت کرنے والی ہو اسی طرح مختلف رشتوں کو گنتے چلے جائیں جو اسلام کی تعلیم کے بعد عورت اختیار کرتی ہے تو پھر ایسی عورتوں کی باتیں اثر بھی کرتی ہیں اور ماحول میں ان کی چمک بھی نظر آرہی ہوتی ہے

(جلسہ سالانہ جرمنی 2003ء)

تو بس اپنے گھروں کو بسانے کے لیے جو قربانی بھی آپ کے حصے میں آرہی ہو اسے دینے سے دریغ نہ کریں اور یہ یقین رکھ کر قربانی دیں کہ اس کے بے شمار اچھے ثمرات آپ کے گھر کے آنگن میں ہمیشہ اگتے رہیں گے۔ اس بات پر اعتبار کیجیے کہ گھر بستے بستے ہی بستے ہیں۔ ہر کسی کو سب کچھ پلیٹ میں رکھا ہوا نہیں ملتا۔ کچھ لوگوں کو اپنے لیے خود محنت کرنا پڑتی ہے۔ اللہ کرے کہ ہم ایسے محبت بھرے گھر کی بنیاد رکھنے والے ہوں جس کی عمارت اتنی خوبصورت، اتنی دیدہ زیب ہو کہ ہمارے گھر کے افراد دنیا کا ہر سکون، ہر خوشی، ہر راحت بس وہاں محسوس کریں ان کے لیے زمین پر جنت نظیر ہو۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین اللّٰھم آمین

ہر احمدی گھر کے مکین کے لیے صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ کے یہ اشعار۔

جہاں کے رہنے والے ایک دوسرے پہ جان دیں
بھرم محبتوں کا اور عزتوں کا مَان دیں
وہ جن کے سینے چاہت و خلوص کا جہان ہوں
جبیں پہ جن کی ثبت پیار کے حسیں نشان ہوں
جہاں نہ بد لحاظ ہو کوئی نہ بد زبان ہو
جہاں نہ بد سرشت ہو کوئی نہ بد گمان ہو

(’’ہے دراز دست دعا مرا‘‘صفحہ 307-310)

ایک تصحیح

Inverted Commas کا بلاوجہ استعمال

بعض دوست اپنے مضامین میں قرآنی آیات اور احادیث کے تراجم پر commas لگا دیتے ہیں۔ جو درست نہیں۔ کمپوزنگ اور پروف کرنے والے حضرات و خواتین بھی اس امر کو مدنظر نہیں رکھتے۔

نیز آیت یا حدیث کا حوالہ قرآنی آیت یا حدیث کے معاً بعد لکھا کریں نہ کہ ترجمہ کے بعد۔ یہ حوالہ قرآنی آیت یا حدیث کا ہے نہ کہ ترجمہ کا۔

(ایڈیٹر)

مدثر احمد ریحان

ہومیوپیتھی

حضرت مصلح موعودؓ کے احسانات جماعت پر ہی نہیں ساری دنیا پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ہومیوپیتھی کی ترویج واشاعت بھی ہے۔حضرت مصلح موعودؓ نے اُس وقت جماعت میں ہومیوپیتھی کو رواج دینا شروع کیا جب دنیا اس کو چھوڑ رہی تھی۔

ہومیوپیتھی یوں تو 18 ویں صدی کے آخر میں باقاعدہ دریافت ہوچکی تھی لیکن اسے مقبولیتِ عام انیسویں صدی کے آخر سے لے کر بیسویں صدی کے آغاز تک حاصل ہوئی۔ انٹی بائیوٹکس کی دریافت اور پھر ان کی بے حد مقبولیت کے بعد جب دنیا کی ہومیوپیتھی سے توجہ ہٹ رہی تھی اس وقت حضرت مصلح موعودؓ اِس طریقہ علاج کو جماعت میں متعارف فرمارہے تھے۔

اسی حوالے سے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’مجھے ہومیو پیتھک کا شوق ہے اور میں محض خدمت خلق کے طور پر بیس سال سے مفت علاج کر رہا ہوں اور میرے کتب خانہ میں اتنی کتابیں ہیں جو بڑے بڑے ڈاکٹروں کے کتب خانوں میں بھی نہیں۔‘‘

(تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1958ء)

ہومیوپیتھی کی تاریخ تقریباً 200 سال سے زیادہ پرانی ہے۔ ہومیو پیتھی جس طبی فلسفے کے تحت معرض وجود میں آئی، وہ فلسفہ یہ تھا کہ انسانی جسم کو قدرت نے ایسی صلاحیت دی ہے کہ وہ بیماریوں سے خود نبرد آزما ہوکر اپنا علاج کرسکتا ہے۔

ہومیوپیتھی طریقہ علاج دراصل اسی صلاحیت کو اجاگر کرتا ہے جسے ’قوت مدافعت‘ کہتے ہیں اسے ’علاج بالمثل‘ کہتے ہیں۔ اس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی مادہ زیادہ مقدار میں ایک صحت مند انسان کو دیا جائے تو وہ اس شخص میں بیماری کا ذریعہ بنے گا مگر اسی مادے کو ایک بیمار فرد کو خفیف مقدار میں استعمال کروایا جائے تو اس سے اسی بیماری کا علاج ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہومیو پیتھی میں انسانی بدن میں پیدا ہونے والی بیماریوں کا علاج انھی مادوں سے کیا جاتا ہے کہ جو بیماریاں پیدا ہونے کا سبب بنتے ہیں۔ ہومیو پیتھک ادویات پودوں اور قدرتی معدنیات سے حاصل کردہ اجزاء سے تیار کی جاتی ہیں جن کی انتہائی کم مقدار استعمال میں لائی جاتی ہے۔

ہومیوپیتھی طریقہ علاج کا بانی

ہومیو پیتھی طریقہ علاج کی بنیاد رکھنے کا سہرا جرمن معالج سموئیل ہانیمن کے سر ہے جو 1755ء میں جرمنی میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے دو سال میڈیکل کی تعلیم لیپزگ میں حاصل کی مگر یہاں پر طبی سہولتوں کے فقدان کے پیش نظر وہ آسٹریا کے دارالحکومت ویانا چلے گئے اور یونیورسٹی آف ایرلانگن سے 1779ء میں میڈیکل ڈاکٹر بنے اور ڈریسڈن میں میڈیکل کی عملی پریکٹس شروع کر دی۔ ڈاکٹر ہانیمن کو مختلف زبانوں پر عبور حاصل تھا جن میں انگلش، فرینچ، اٹالین، یونانی اور لاطینی زبانیں شامل ہیں۔ اپنی پریکٹس کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر ہانیمن نے بطور مترجم سائینٹیفک اور طب سے متعلقہ کتابوں کا ترجمہ کا کام بھی جاری رکھا۔

ہومیوپیتھی کی ایجاد

1781ء سے شروع ہونے والی میڈیکل پریکٹس کے دوران متعدد بار ڈاکٹر ہانیمن ایلو پیتھک دواؤں کے اثرات سے پوری طرح سے مطمئن نہیں تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ بعض دوائیں مریض کیلئے شفاء کا سبب بننے کے بجائے نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر ہانیمن اپنے ان خیالات کا برملا اظہار بھی کرتے تھے۔

پھر ایسا وقت بھی آیا کہ جب انھوں نے اسی وجہ سے میڈیکل پریکٹس کو خیر باد کہا اور صرف لکھاری اور مترجم کا کام کرنے لگے مگر مختلف دواؤں کے اثرات کے حوالے سے تحقیق بھی جاری رکھی۔ ولیم کولین کی ایک کتاب A Treatise on the Materia Medica کا ترجمہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ہانیمن نے اپنے بعض تجربات کو بنیاد بناتے ہوئے علاج بالمثل کا نظریہ پیش کیا جو بعد میں ہومیوپیتھی طریقہ علاج کی بنیاد ثابت ہوا۔

1790ء میں ڈاکٹر ہانیمن نے ہومیوپیتھی کو ایجاد کیا اور پہلی بار اس موضوع پر طبی رسالوں میں مضمون لکھنے شروع کئے جنہیں بہت پذیرائی ملی۔ اس طرح اس فلسفہ کے بارے میں لوگوں کو آگہی ملی۔ ڈاکٹر ہانیمن نے انسانی جسم میں موجود ایک زبردست دفاعی نظام کی تفصیلات کا بہت گہرائی کے ساتھ کھوج لگایا اور پھر اپنے مشاہدات سے اسے ثابت بھی کیا جس پر عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان کو کیسی طاقتیں عطا کر رکھی ہیں اور اس پر یقین کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔

ہومیو پیتھک علاج کی مقبولیت

یہ طریقہ علاج سترھویں صدی کے آخر میں متعارف ہوا، دیکھتے ہی دیکھتے ایسا مقبول ہوا کہ مختلف یورپی ممالک کے عوام اسی پر اعتماد کرنے لگے، بعد ازاں باقی دنیا میں بھی لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس سے استفادہ کرنے لگی۔ اندازاً مجموعی طور پر 20 کروڑ افراد باقاعدگی کے ساتھ ہومیو پیتھی کو اپنے طبی مسائل حل کرنے کے سلسلے میں استعمال کرتے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق ہومیوپیتھی طریقہ ہائے علاج میں ایلوپیتھک طریقہ علاج کے بعد دوسرے نمبر پر آتا ہے جو تقریباً 80 ممالک میں رائج ہے۔ ان ملکوں میں وہ ممالک بھی شامل ہیں جہاں ہومیوپیتھی کو سرکاری طور پر مستند قرار دیا گیا ہے۔ ان میں سرفہرست برطانیہ، بلجیم، سوئٹزرلینڈ ہنگری، برازیل، میکسیکو، کیوبا، بھارت، سری لنکا اور پاکستان وغیرہ شامل ہیں۔

ہومیوپیتھی کی طلب میں اضافہ

تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق بین الاقوامی ہومیوپیتھی ادویات کی مارکیٹ میں 2023ء تک 14.60فیصد اضافہ کے ساتھ اس کا مجموعی حجم 31459ملین امریکی ڈالر ہوجائے گا۔ یورپی ممالک اس مارکیٹ کا ایک بڑا حصہ ہیں اور 2023ء تک یہاں ہومیوپیتھی ادویات کی مارکیٹ کی مجموعی مالیت 11347ملین امریکی ڈالر ہو جائے گی۔ مشرق وسطی اور افریقی ممالک میں ان ادویات میں اضافہ 16.09فیصد تک ہو جائے گا۔ برطانیہ مسلسل ہومیوپیتھی کی مانگ میں اضافہ ہو رہا ہے انگلینڈ میں ہر آٹھ لوگوں میں سے ایک فرد ہومیو پیتھی سے استفادہ کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ یورپ میں ہومیوپیتھی استعمال کرنے والے افراد کی تعداد کا تناسب کل آبادی کا 29فیصد بنتا ہے۔

بھارت میں ایک رپورٹ کے مطابق اندازاً 10 کروڑ افراد ہومیو پیتھی طریقہ علاج کو اختیار کرتے ہیں اور وہاں کل دو لاکھ ہومیو پیتھک ڈاکٹرز ہیں جن میں اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔ پاکستان میں ہومیوپیتھی کی ترویج کیلئے ایک ادارہ قائم ہے جس کا نام نیشنل کونسل فار ہومیوپیتھی ہے جو کہ وزارت صحت کے زیر نگرانی کام کرتا ہے۔ حکومت پاکستان نے ہومیو پیتھی ڈپلومہ DHMS کو بی ایس سی کے برابر قرار دے رکھا ہے۔ ہومیو پیتھی کی افادیت کے پیش نظر اس کو فروغ دینے کیلئے ہومیو میڈیکل یونیورسٹی کا قیام انتہائی ضروری ہے۔

اگر بات کی جائے مشہور شخصیات کی جو ہومیو پیتھی کو اپنی روزمرہ زندگی میں استعمال میں لاتے ہیں تو ان میں سے ایک ڈیوڈ بیکم ہیں جو مشہور فٹ بالر ہیں، 2002ء کے عالمی فٹ بال ٹورنامنٹ میں ایک میچ کے دوران زخمی ہوئے، ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ انھوں نے اپنے علاج کے دوران ہومیوپیتھی طریقہ علاج کو بھی آزمایا جس کے بہت مثبت نتائج ملے، یوں وہ ہومیو پیتھک ادویات کی افادیت کے قائل ہوگئے۔

یوسن بولٹ نے تیز دوڑنے کا عالمی ریکارڈ بھی بنایا۔ وہ اپنی صحت کے حوالے سے ڈاکٹر ہنس ولیم مولر کے ساتھ رابطہ میں رہتے ہیں جو ہومیو پیتھک ادویات کے ذریعے علاج کرنے میں معروف ہیں۔ برطانوی شہزادہ چارلس نہ صرف ہومیوپیتھی کے قائل ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس کے استعمال کی طرف راغب کرتے ہیں

بقیہ: قریشِ مکّہ کی قدیم قربانی ...... از صفحہ 10

اس کے کہ یہ لوگ بت پرست تھے، باوجود اس کے کہ یہ لوگ بے دین تھے انہوں نے کتنی عظیم الشان قربانی کی۔ یہ لوگ اپنی قوم پر بوجھ نہیں بنے انہوں نے کہا ہم خدا کے لئے آئے تھے ہماری قوم کا کیا حق ہے کہ وہ ہماری خدمت کرے۔ وہ خیمہ اُٹھا کر مکہ سے باہر چلے جاتے۔ باپ کے سامنے اس کا بیٹا مرتا، ماں کے سامنے اس کی بیٹی مرتی، بیوی کے سامنے اس کا خاوند مرتا، بچوں کے سامنے اس کا باپ مرتا، دوست کے سامنے دوست اور رشتہ دار کے سامنے رشتہ دار مرتا مگر کیا مجال کہ اُن کی زبان پر کوئی شکایت آتی۔ کیا مجال کہ وہ اُس جگہ کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوجاتے۔ اتنی بڑی مصیبت دیکھنے کے بعد بھی انہوں نے اس جگہ کو نہیں چھوڑا۔ وہ کسی معجزہ کو دیکھ کر وہاں نہیں آئے تھے، وہ کسی نشان کو دیکھ کر وہاں نہیں آئے تھے، وہ کسی تازہ تعلیم پر ایمان لا کر وہاں نہیں آئے تھے، دو ہزار سال پہلے ان کے دادا ابراہیمؑ نے ایک بات کہی تھی اور وہ اپنے دادا کے وعدہ کے مطابق اس سرزمین میں آ بسے۔ اُن پر فاقے آئے مگر انہوں نے اس جگہ کو نہ چھوڑا۔ اُن میں فاقہ سے موتیں ہوئیں مگر انہوں نے اس جگہ کو نہ چھوڑا۔ انہوں نے سالہا سال غربت اور تنگی اور افلاس میں اپنی زندگی کے دن بسر کیے۔ اُن کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا اُن کے پاس گذارہ کا کوئی سامان نہیں تھا مگر انہوں نے کہا ہم اس مقام کو اب نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم مٹ جائیں گے ہم ایک ایک کر کے فنا ہوجائیں گے مگر ہم مکہ کو چھوڑ کر کہیں باہر نہیں جائیں گے۔ یہ اتنی عظیم الشان قربانی ہے کہ یقیناً اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 98-103)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضورؓ کی توقعات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے چلے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

رپورٹ: جاوید اقبال ناصر۔ مربی سلسلہ جرمنی

ہماری مساجد دعوت الیٰ اللہ کا ایک ذریعہ

جرمنی سے جماعت Wittlich کی ایک مساعی

اللہ تعالیٰ نے مساجد کو اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کے لیے بنانے کی تاکید کی ہے۔ اور اسی نیت سے ہم مساجد کو بناتے اور سنوارتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے لوگ اپنی عبادت خانوں کے نام مسجد تو نہیں رکھتے لیکن ان میں اکثر کی یہ خواہش ضرور ہوتی ہے کہ انہیں علم ہو کہ مساجد کیسی ہوتی ہیں ؟ مسلمان مساجد میں کس طرح عبادات بجالاتے ہیں؟ ان کی اذان کیسے ہوتی ہے؟ مساجد کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ اس خواہش کی تکمیل کے لیے یہ مساجد کا وزٹ کرتے اور اپنے سکولوں کے بچوں کو مساجد کا وزٹ کرواتے ہیں۔ اسی طرح کی ایک فرمائش ایک سکول کے ایک ٹیچر کی مورخہ 14 جون کو بذریعہ whatsapp خاکسار کو موصول ہوئی۔ جس میں اس نے اس بات کا ذکر کیا کہ وہ 34 سکول کے بچوں اور تین اساتذہ کے ساتھ ہماری مسجد کا وزٹ 24 جون کو کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خاکسار نے فوراً اس پیغام کو صدر صاحب جماعت کو بھجوادیا، تاکہ مشاورت کر کے جواب دیا جاسکے۔ اتفاق رائے سے خاکسار نے ہاں میں جواب بھجوادیا اور پروگرام کی کامیابی کے لیے دعا بھی کی۔ مورخہ 23 جون کی شام کو مسجد کو وقار عمل کر کے صاف ستھرا کیا گیا۔ اور اسی تاریخ کو ریفریشمنٹ کا سامان بھی خرید لیا گیا۔ رات کو اُسی محترم ٹیچر کی طرف سے ایک پیغام یوں ملا ’’افسوس ہے! کہ شاید ہم کل آپ کی مسجد کا وزٹ نہ کرسکیں کیونکہ شدید بارش اور طوفان کی پیشگوئی کی گئی ہے اور ہم نے پیدل چل کر آنا ہے‘‘ یہ خبر و پیغام چونکہ رات کو سونے سے قبل نظر سے گزرا، اور تھا بھی جرمن زبان میں۔ دو تین بار پڑھا تا کہ غلطی

بقیہ صفحہ 4 پر

دعا کا تحفہ

حضرت موسیٰؑ کی دعائے شکرانہ اور ظالم قوم سے براءت کی دعا

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نادانستہ ایک شخص قتل ہوگیا۔ جس پر انہوں نے بخشش کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی اطلاع کر دی جس پر حضرت موسیٰؑ نے یہ دعائے شکرانہ کی:

رَبِّ بِمَاۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَہِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ
(القصص: 18)

اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھ پر انعام کیا ہے میں بھی کبھی مجرموں میں سے کسی مجرم کی مدد نہیں کروں گا۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 29-30)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

ایک سبق آموز بات

بغض اور کینہ صرف اور صرف خود کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ کسی پر کسی بات پہ غصہ آنے لگے بھی تو وقتی ہونا چاہیے۔ خود پر قابو پا کر معاملے کی اصل وجہ کو جاننے اور پھر اس وجہ کو دور کرنے کی کوشش کرنا ہی ایک قابل قدر شخصیت کا کام ہوتا ہے جو کبھی بغض اور کینے کو دل میں جگہ نہیں دیتا۔ انسان سے نہیں برائی سے نفرت کرتا ہے۔

مرسلہ: کاشف احمد

طلوع وغروب آفتاب

11/اگست 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:36	18:54
مدینہ منورہ	04:31	18:59
قادیان	04:21	19:17
ربوہ	04:01	18:56
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:13	20:33

فقہی کارنر

غیر اللہ کے لئے سجدہ

ظہر کے وقت حضور علیہ السلام تشریف لائے تو آپ کے ایک خادم آمدہ کشمیر نے بسجود ہو کر خدا تعالیٰ کے کلام اُسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ کو اس ظاہری الفاظ پر پورا کرنا چاہا اور نہایت گریہ زاری سے اظہار محبت کیا مگر حضور علیہ السلام نے اسے اس حرکت سے منع فرمایا اور کہا کہ ’’یہ مشرکانہ باتیں ہیں ان سے پرہیز چاہئے۔‘‘

(اخبار بدر نمبر 6 جلد 4 مؤرخہ 18/ فروری 1905ء صفحہ 3)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)